

آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور کتب شیعہ سے مجملہ صحابہ کرام کی  
عدالت و ثقاہت اور عظمت رفعت کا روشن ثبوت بنام

# عَدَالَتِ صَحَابَہُ

تحقیق و انصاف کے آئینے میں



تالیف

ہشام محمد زکریا الرحمن قادری مؤلف جامع

پیش کش

بُورِ اِیْمَانِ اِسْلَامِکُ اَرگَنائزیشن  
کُلاویسٹ میمبی

آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ اور کتبِ شیعہ سے جملہ صحابہ کرام کی عدالت و  
ثقاہت اور عظمت و رفعت کا روشن ثبوت بنام

# عدالتِ صحابہ

تحقیق و انصاف کے آئینے میں

تالیف

سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی، عفی عنہ

پیش کش

نورِ ایمان اسلامک آرگنائزیشن، کرلا، ویسٹ بمبئی

## جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

- کتاب کا نام : **عدالت صحابہ، تحقیق و انصاف کے آئینے میں**
- عنوان : **رؤ مولائیت و رافضیت**
- مؤلف : **سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی، عفی عنہ**
- صدر المدرسین: دارالعلوم محبوب سبحانی، کرلا، ممبئی، انڈیا
- موبائل: 9029249679/7977962766
- کمپوزنگ : **بدست خود**
- سیننگ : **محمد زبیر قادری (رابطہ: 9867934085)**
- نظر ثانی : **حضرت علامہ مفتی محمد طاہر رضا صاحب قادری مصباحی**
- استاذ و نائب مفتی دارالعلوم محبوب سبحانی، کرلاویسٹ، ممبئی
- سن طباعت : **۱۴۴۲ھ مطابق ۲۰۲۲ء**
- صفحات : **۱۴۰**
- قیمت : **---**
- ملنے کا پتہ : **دارالعلوم محبوب سبحانی، کرلاویسٹ، ممبئی ۷۰**

### برائے ایصالِ ثواب:

حاجی محب الحق خان۔ مرحوم عین الحق خان۔ مرحومہ حکیم النساء۔  
جملہ میران نور ایمان اسلامک آرگنائزیشن کرلا ممبئی

## فہرست مضامین

شمار نمبر	عناوین	صفحہ نمبر
۱	شرفِ انتساب	6
۲	حق گزارانِ بیعت پہ لاکھوں سلام	7
۳	منقبت در شانِ صحابہ کرام	9
۴	تقریظِ جلیل	10
۵	حرفِ آغاز	13
۶	صحابہ کرام کا مقام	15
۷	کُل صحابہ کرام کا عادل ہونا امت کا اجماعی موقف ہے	16
۸	صحابی رسول کون؟	16
۹	اہل سنت کے نزدیک صحابہ کرام کی تعداد	17
۱۰	اہل تشیع کے یہاں صحابہ کرام کی تعداد	18
۱۱	اہل تشیع کا عقیدہ خبیثہ	21
۱۲	اُن کے عقیدے کا رد و ابطال، آیاتِ قرآنیہ سے	22
۱۳	پہلی آیت کریمہ	22
۱۴	دوسری آیت مجیدہ	24
۱۵	تیسری آیت حکیمہ	27
۱۶	شیعہ مفسر کا اعترافِ حقیقت	31

34	چوتھی آیت شریفہ	۱۷
38	شیعہ مفسر کی حق بیانی	۱۸
39	ہمارا تبصرہ	۱۹
42	شیخ طبرسی کے نزدیک تمام صحابہ عادل	۲۰
47	رسول خدا کے نزدیک صحابہ کا مقام	۲۱
51	عدالتِ صحابہ پر دلائل عقلیہ	۲۲
52	پہلی دلیل	۲۳
53	دوسری دلیل	۲۴
54	تیسری دلیل	۲۵
57	ایک اہم وضاحت	۲۶
58	ہر صحابی کی تعظیم واجب کیوں؟	۲۷
63	اہل تشیع کی ایک چالاکی کا جواب	۲۸
64	اہلِ رض کی گھناؤنی گستاخیاں	۲۹
69	علمائے روافض سے چند سوالات	۳۰
74	کتب شیعہ سے صدیق اکبر کے فضائل کا ثبوت	۳۱
90	نسخ البلاغت کی شہادت	۳۲
93	کتب شیعہ سے فاروق اعظم کے مناقب کا ثبوت	۳۳
108	افضلیتِ شیخین کریمین اور فقہ رمولائیت	۳۴

109	افضلیتِ شیخین اہل سنت کا اجماعی عقیدہ	۳۵
110	افضلیتِ شیخین پر دلائلِ قاطعہ	۳۶
120	امامِ اعظم کا عقیدہ	۳۷
121	امامِ مالک کا عقیدہ	۳۸
121	امامِ شافعی کا عقیدہ	۳۹
122	امامِ احمد بن حنبل کا عقیدہ	۴۰
123	کتبِ شیعہ سے ذوالنورین کے فضائل کا ثبوت	۴۱
125	کیا صرف خاتونِ جنت حضور علیہ السلام کی شہزادی ہیں؟	۴۲
126	اصولِ کافی کی شہادت	۴۳
128	کتاب الخصال کی گواہی	۴۴
128	ملا باقر مجلسی کا اعترافِ حقیقت	۴۵
129	عثمان غنی حضور علیہ السلام کے حقیقی داماد ہیں	۴۶
130	سورہ احزاب کی آیتِ کریمہ سے استدلال	۴۷
133	اہل تشیع کی دو دلیلوں کا جواب	۴۸
137	حضرت مولانا علی کے ستائشی کلمات	۴۹



# شرفِ انتساب

دامادِ رسول، زوجِ بتول، شیرِ خدا، حیدرِ کرار، مولا المسلمین، امیر المومنین  
حضرت علی بن ابوطالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم

کے نام

گر قبول افتد زہے عز و شرف

شاہِ مرداں شیرِ یزداں، قوتِ پروردگار لا فقی الا علی لا سیف الا ذو الفقار

## حق گزارانِ بیعت پہ لاکھوں سلام



جاں نثارانِ بدر و اُحد پر دُرود	حق گزارانِ بیعت پہ لاکھوں سلام
وہ دسوں جن کو جنت کا مژدہ ملا	اُس مبارک جماعت پہ لاکھوں سلام
خاص اُس سابقِ سیرِ قُربِ خدا	اَوحدِ کاملیت پہ لاکھوں سلام
سایہ مصطفیٰ مایہِ اصطفیٰ	عز و نازِ خلافت پہ لاکھوں سلام
یعنی اُس افضلِ المخلوق بعدِ الرُّسل	ثانیِ اثنینِ ہجرت پہ لاکھوں سلام
اصدق الصّادقین سید المتّقین	چشم و گوشِ وزارت پہ لاکھوں سلام
وہ عمر جس کے اعدا پہ شیدا سقر	اُس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام
فارقِ حق و باطل امامِ الہدیٰ	تبخی مسلولِ شدّت پہ لاکھوں سلام
ترجمانِ نبی ہم زبانِ نبی	جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام
زہدِ مسجدِ احمدی پر دُرود	دولتِ جیشِ عُسرت پہ لاکھوں سلام
دُرّ منثورِ قرآن کی سلک بھی	زوجِ دو نورِ عفت پہ لاکھوں سلام
یعنی عثمان صاحبِ قمیصِ ہدیٰ	حلّہ پوشِ شہادت پہ لاکھوں سلام
مرتضیٰ شیرِ حق اُشجع الّاجعین	ساقیِ شیر و شربت پہ لاکھوں سلام
اصلِ نسلِ صفا وجہِ وصلِ خدا	بابِ فصلِ ولایت پہ لاکھوں سلام
اُولیس دافعِ اہلِ رفض و خروج	چارمی رکنِ ملت پہ لاکھوں سلام



شیر شمشیر زن شاہِ خیبر شکن	پرتوِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام
ماہیِ رض و تفضیل و نصب و خروج	حائی دین و سنت پہ لاکھوں سلام
مومنین پیشِ فتح و پسِ فتح سب	اہلِ خیر و عدالت پہ لاکھوں سلام
جس مسلمان نے دیکھا اُنھیں اک نظر	اُس نظر کی بصارت پہ لاکھوں سلام
جن کے دشمن پہ لعنت ہے اللہ کی	اُن سب اہلِ محبت پہ لاکھوں سلام
کاش! محشر میں جب اُن کی آمد ہو اور	بھیجیں سب اُن کی شوکت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدری کہیں ہاں! رضا

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

## عزیمت کے راہی صحابہ صحابہ



عزیمت کے راہی صحابہ صحابہ وہ حق کے سپاہی صحابہ صحابہ  
 محافظ بھی اور شارحِ دین بھی ہیں شریعت کے داعی صحابہ صحابہ  
 منافق ہیں جلتے مراتب سے ان کے محمد ﷺ کے ساتھی صحابہ صحابہ  
 وہ حق کے مسافر وہ رہبر ہمارے ہیں ہادی و مہدی صحابہ صحابہ  
 ثمر ہے محمد کی محنت کا یارو جمالی، جلالی صحابہ صحابہ  
 فدا ان پہ کر دوں سبھی چاہتیں میں مرے ہیں مڑی صحابہ صحابہ  
 ادیب انکا نوکر ہے سارا زمانہ  
 مبلغ، جہادی، صحابہ صحابہ

## تقریظِ جلیل

خليفة حضور تاج الشريعة وحضور قائد ملت، مناظرِ اہل سنت، محقق عصر،  
استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر رضا صاحب مصباحی مجددی  
دامت برکاتہ القدسیہ

بلاشبہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس اُمت کے وہ خوش نصیب اور عظیم  
ترین افراد ہیں جنہیں قرآن مجید کا اولین مخاطبین ہونے کے ساتھ ساتھ بارگاہ رسالت مآب  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے بلا واسطہ کسب فیض کا شرف بھی حاصل ہوا، جس  
سے اُن کا ظاہر و باطن ایسا پاکیزہ اور منور ہو گیا کہ وہ پاک باز ہستیاں سرچشمہ اسلام اور  
معیار ہدایت بن گئیں، حتیٰ کہ اللہ رب العزت اُن سب سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی  
ہو گئے۔

مگر رافضی آج تک اُن نفوسِ قدسیہ سے راضی نہیں ہو سکے؛ کیوں کہ رافضیت اس  
امت کا وہ بد نصیب اور بدترین فرقہ ہے جس کے عقائدِ باطلہ میں سے ایک نہایت ہی  
خبیث اور ناپاک عقیدہ یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی وفات کے  
بعد تین کے علاوہ باقی سارے صحابہ کافر و مرتد ہو چکے تھے، پھر اُن میں سے مزید چار کو توبہ  
کی توفیق ملی، اس طرح اُن کے باطل و مردود عقیدے کے مطابق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ  
وصحبہ وبارک وسلم کی وفات کے بعد صرف سات ہی صحابہ مسلمان بچے، باقی سب کافر و مرتد ہی  
رہے۔ نعوذ باللہ من ذلك۔

رافضیت کی یہ تاریخِ زنجیر ہے کہ یہ ہر دور میں چولے بدل بدل کر مسلمانوں کے

ایمان و عقیدے پر شب خون مارتی رہی ہے، ماضی قریب میں جب رافضیت نے اپنی اسی ناپاک تاریخ کو دہرانے کے لیے، ایک بار پھر حُبِّ اہل بیتِ اطہار کے مصنوعی نقاب میں، بغضِ صحابہ والے مکروہ چہرے کو چھپا کر اپنے آپ کو ”سنی مولائی“ کے نام سے متعارف کرایا؛ تاکہ سنی مسلمانوں میں گھس پیچھ کر کے غیر محسوس طریقے پر انھیں رافضی بنا سکے۔ اپنی اس مہم کو تیز سے تیز تر کرنے کے لیے انھوں نے خاص طور پر شوشل میڈیا کا سہارا لیا اور حضراتِ صحابہ کرام کی توہین و تنقیص کرنے لگے، تو اہل سنت و جماعت کے علمی حلقوں میں اس تعلق سے فکر پیدا ہوئی اور اس بات کی شدت سے ضرورت محسوس ہوئی کہ اُن کے باطل عقائد و نظریات کا ردِّ مبلغ کر کے، ان کے سیاہ چہرے کا مصنوعی نقاب اتار کر، ان کی اصلیت ایک بار پھر دنیا کے سامنے پیش کر دی جائے؛ تاکہ امتِ مسلمہ ان کے دامِ فریب میں آنے سے بچ سکے۔

قابلِ مبارک باد ہیں حضرت علامہ مفتی سید محمد اکرام الحق صاحب قبلہ رحمہ اللہ مولیٰ تعالیٰ، صدر المدرسین دارالعلوم محبوب سبحانی کراویسٹ ممبئی، کہ انھوں نے بروقت اس جانب خاص توجہ فرمائی اور ”نورِ ایمان اسلامک آرگنائزیشن“ (جس کا مقصد وجود ہی احقاقِ حق اور ابطالِ باطل ہے اور پچھلے کئی سالوں سے بڑی کامیابی کے ساتھ یہ اپنے مقصدِ وجود کی جانب رواں دواں ہے) کے پلیٹ فارم سے تحریر و تقریر رافضیت کا بھرپور پوسٹ مارٹم شروع کیا، جس کے نتیجے میں، تھوڑے ہی عرصے میں یہ کتاب ”عدالتِ صحابہ تحقیق و انصاف کے آئینے میں“ مصنفہ شہود پر جلوہ گر ہو گئی۔

اس کتاب میں موصوف کا انداز بڑا ہی شستہ اور نرالا ہے، اس کی ایک خاص بات یہ ہے کہ موصوف نے جملہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے مناقب و فضائل، اور اُن کی عدالت و ثقہت کو نہ صرف یہ کہ قرآن و حدیث اور اجماعِ امت کے ناقابلِ تردید دلائل

سے ثابت کیا؛ بلکہ خود اہل تشیع کی نہایت معتبر کتب مثلاً اصول کافی، نہج البلاغہ، شرح نہج البلاغہ اور مجمع البیان وغیرہ کی تصریحات سے بھی ثبوت فراہم کر کے رافضیت کا ناطقہ بند کر دیا ہے؛ بلکہ انھیں چاروں شانے چت کر دیا ہے، مزید براں کتاب کے اخیر میں رافضیت کے تاہوت میں آخری کیل ٹھونکنے کے لیے ان سے چند ایسے بنیادی سوالات بھی کیے ہیں جن کے جواب سے پوری رافضیت صبح قیامت تک عاجز و قاصر رہے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

غرض یہ کہ پوری کتاب اپنے مواد کی پختگی اور اندازِ بیان کی عمدگی کے لحاظ سے منفرد اور بے مثال ہے، عوام و خواص سب کے لیے لائقِ مطالعہ اور قابلِ استفادہ ہے۔ فجزاہ اللہ عنا وعن جمیع المسلمین احسن الجزاء۔ دعا گو ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کتاب کو مقبولِ انام بنائے، موصوف کے علم، عمل اور عمر میں بے پناہ برکتیں پیدا فرمائے اور اخلاص کے ساتھ دینِ متین کی مزید خدمات انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے! آمین آمین آمین یا رب العالمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وآلہ واصحابہ افضل الصلوٰۃ واکرم التسلیم۔

## محمد اختر رضا مصباحی مجددی

خادم التدریس والافتاء دارالعلوم مجددیہ جوگیشوری ممبئی۔

۱۴ صفر المظفر ۱۴۴۴ھ بمطابق ۱۲ ستمبر ۲۰۲۲ء

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، بِدِيْعِ السُّلُوْبِ وَالْأَرْضَيْنِ، جَامِعِ الْأَوَّلَيْنِ  
وَالْآخِرَيْنِ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، خَاتِمِ  
النَّبِيِّينَ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ۔

أَمَّا بَعْدُ



### حرفِ آغاز:

یہود و نصاریٰ کی چالوسی، برسرِ اقتدار سیاسی پارٹی کی مداخلت اور اُس کی خصیہ  
برداری کرتے کرتے آج کی رافضیت و شیعیت کو کافی اثر و رسوخ حاصل ہو چکا ہے۔ اپنی  
قوم کے غلبے کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے، انھوں نے سوشل میڈیا پر، حُبِّ اہل بیتِ کرام  
علی جدہم و علیہم الصلوٰۃ والسلام کی آڑ میں حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی  
مقدس جماعت پر بھونکنے کا ایک نہ رکنے والا سلسلہ شروع کر دیا ہے اور غالی رافضیوں  
نے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف طوفانِ بدتمیزی بپا کر رکھا ہے۔

وہ خباثتیں جو اُن کے بڑوں نے صحابہ کرام کے خلاف اپنی کتابوں میں بکی تھیں، یہ  
گستاخ و بدزبان انھیں برسرِ منبر و محراب کھلے عام بیان کر رہے ہیں۔ حالاتِ اس قدر بے  
قابو ہو چکے ہیں کہ یہ گستاخ ٹولہ پاگل کتے کی طرح دندناتے پھر رہا ہے اور خود سے موافقت  
نہ رکھنے والے ہر شخص کو کاٹنے اور زخمی کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ احمق و گستاخ جماعت،  
بار بار اُنھی اعتراضات کو دہرا رہی ہے، جن کے مدلل اور مسکت جوابات ہمارے اسلاف

کرام اپنی بے شمار تصنیفات و تالیفات میں بار بار دے چکے ہیں؛ مگر پھر بھی عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ اُن کے اعتراضات ناقابلِ تردید ہیں، اہل سنت و جماعت اُن کے جوابات سے عاجز و قاصر ہیں۔

کم علمی اور قَلَمِ معلومات کے سبب عوام اہل سنت کے متعدد افراد اور خود کو خواص میں شمار کرنے والے بعض اہل خانقاہ بھی اُن کے دامِ فریب میں آ کر رافضیت کا شکار ہو چکے ہیں اور سنی ہونے کے باوجود بڑے طمطراق لہجے میں رافضیوں کی بولی بول رہے ہیں۔ اس لیے اہل بیت کرام کی مقررہ عظمت و شان کو اُجاگر کرنا، صحابہ کرام کے جاہ و جلال اور مقام و مرتبہ کو ناقابلِ تردید دلائل کی روشنی میں نہایت آسان اور واضح لب و لہجے میں بیان کرنا اور اُن پاک باز ہستیوں پر کیے گئے اعتراضات کے دندانِ شکن جوابات دیتے ہوئے اُن کا دفاع کرنا علمائے اہل سنت کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔

یہ رسالہ بھی اسی سلسلے کی ایک مختصر کڑی ہے۔ اس میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے متعلق اہل سنت و جماعت کے صحیح، حقیقی اور واقعی موقف کو واضح کیا گیا ہے، دلائلِ نقلیہ و عقلیہ کی روشنی میں، اُن نفوسِ قدسیہ پر، اہلِ رِفض کی جانب سے کیے گئے اعتراضات کی تردید کی گئی ہے، اُن کے عقائدِ باطلہ کا بھرپور رد کیا گیا ہے اور کتبِ شیعہ سے اُن کے فضائل و مناقب کا ثبوت بھی پیش کیا گیا ہے۔

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ راقم کے اس پیغام کو، اپنے خویش و اقارب؛ بلکہ دور دور تک پہنچا کر، ناموسِ اہل بیت و ناموسِ صحابہ پر پہرہ دینے کی کامیاب کوشش کریں۔

ان الله لا يضيع اجر المحسنين۔

## صحابہ کرام کا مقام:

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین وہ مقدّس ہستیاں ہیں جنہوں نے ایمان کی حالت میں اپنی خوش قسمت آنکھوں سے حضور تاج دارِ کائنات رحمت کو نین سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار کیا، سب سے پہلے انہیں ہی ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا“ جیسے گراں قدر خطابِ ربّانی سے سرفراز کیا گیا، یہ حضرات حسن و جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے براہِ راست مستنیر ہوئے، بلا واسطہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے تعلیم پائی، آقاؐ کے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت و رفاقت میں رہے، نیز ہزاروں صحابہ کرام نے دین کی سر بلندی کے لیے اپنے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں کفار و مشرکین اور دشمنانِ دین سے جہاد فرمایا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس قدموں پر اپنی گراں قدر جانیں بھی نچھاور کر دیں، جب کہ بے شمار صحابہ کرام نے سالہا سال تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ اقدس سے قرآنی آیات اور نبوی ارشاداتِ سماعت کیے اور اُن کی صحبت پر انوار سے متور ہوتے رہے۔

اِس سعادَتِ بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد بخشدہ پروردگار

اِسی لیے ہم اہل سنت پورے اذعان و ایقان کے ساتھ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام علی سید ہم و علیہم الصلاۃ والسلام دینِ متین کی ایسی تُو انا (مضبوط) جڑیں ہیں، جن پر ہجر اسلام ساڑھے چودہ سوسالوں سے ایسی مضبوطی کے ساتھ قائم ہے کہ آج کی سپر پاور طاقتیں، اپنے تمام اسباب و آلات کے باوجود اُسے ٹس سے مس نہیں کر سکتیں۔

کوئی بھی غیر صحابی اُن خوبیوں کا حامل نہیں ہو سکتا جن سے اللہ عز و جل نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو سرفراز فرمایا ہے۔ صحابہ کرام کی عظمت قرآنِ مقدس کی بے شمار آیتوں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی لاتعداد حدیثوں سے ثابت ہے، اُن کی



شان تسلیم نہ کرنا زمین و آسمان کے وجود کے انکار جیسا؛ بلکہ اس سے بھی زیادہ عجیب تر ہے۔

## کل صحابہ کرام کا عادل ہونا امت کا اجماعی موقف ہے:

اسی لیے اہل سنت و جماعت کے نزدیک، فرقہ مراتب کے باوجود جملہ صحابہ کرام کو مخلص، مامون، ثقہ، عادل اور متقی ماننا لازم و ضروری ہے۔

مرقاۃ المفاتیح میں ہے:

❶ الصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عَدُولٌ۔ ترجمہ: تمام صحابہ کرام عادل اور قابل اعتماد ہیں۔

[مرقاۃ المفاتیح، ملا، علی قاری، ج: ۵، ص: ۵۱۷]

یہ، فقہائے کرام، محدثین عظام اور مشائخ جرح و تعدیل کا اجماعی و تسلیم شدہ عقیدہ ہے۔ قرآن کریم اور سنت نبوی کے ظاہری نصوص سے یہی ثابت ہے۔

حضرات صحابہ کرام پر جرح کرنا، ان پر فسق کی تہمت لگانا اور انھیں بدعتی و غاصب قرار دینا، ایمان و اسلام کو مشکوک کرنا؛ بلکہ دین متین کی جڑوں کو اکھاڑ پھینکنے کی ناپاک و ناکام کوشش کرنے جیسا ہے؛ کیوں کہ انھی حضرات کے توسط (واسطے اور ذریعے) سے یہ دین و ایمان ہم تک پہنچا ہے۔ اُن کی پاکیزگی، طہارت، عدالت اور ثقہت کو تسلیم کیے بغیر دین اسلام کو سمجھا جاسکتا ہے نہ ہی اُسے قبول کیا جاسکتا ہے۔

## صحابی رسول کون؟:

امام خطیب بغدادی اور امام ابن جماعہ نے حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم سے ”صحابی کی تعریف“ ان الفاظ میں نقل کی ہے:

❷ كُلُّ مَنْ صَحِبَهُ سَنَةً أَوْ شَهْرًا أَوْ يَوْمًا أَوْ سَاعَةً أَوْ رَأَاهُ فَهُوَ مِنْ أَصْحَابِهِ ﷺ لَهُ مِنَ الصَّحْبَةِ عَلَى قَدْرِ مَا صَحِبَهُ۔ [خطیب بغدادی، الکفایۃ فی علم

الروایۃ، ج: ۱، ص: ۵۱۔ مطبوعہ، مدینہ منورہ، المكتبة العلمية - وابن جماعة، المنهل الروی، ج: ۱، ص: ۱۱۱، مطبوعہ، دمشق، شام، دار الفکر]

ترجمہ: ہر وہ شخص جس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اختیار کی ہو، ایک سال یا ایک مہینہ یا ایک دن یا ایک گھنٹی یا اُس نے (فقط حالتِ ایمان میں) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہو وہ ”صحابی“ ہے۔ اُسے اُسی قدر فیضِ صحابیت حاصل ہے جس قدر اس نے رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اختیار کی۔

## اہل سنت کے نزدیک صحابہ کرام کی تعداد:

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی تعداد کے حوالے سے ہم اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بے مثال تعلیم و تربیت اور بے نظیر دعوت و تبلیغ کے نتیجے میں کثیر تعداد میں لوگ حلقہٴ بگوشِ اسلام ہو کر ”مُتَرَفِّفِ صحابیت“ سے سرفراز ہوئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات میں صحابہ کرام کی کثیر تعداد نے دین کی سر بلندی کے لیے جہاد کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا؛ جب کہ کئی صحابہ کرام نے فطری طور پر وصال بھی فرمایا؛ مگر اُن نفوسِ قدسیہ کی تعداد مسلسل بڑھتی ہی رہی، یہاں تک کہ جب حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مقصدِ بعثت کی تکمیل کے بعد، حیاتِ ظاہری سے پردہ فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی تعداد ایک لاکھ سے بھی تجاوز کر چکی تھی۔ بعض روایتوں سے پتا چلتا ہے کہ اُن کی تعداد ایک لاکھ چودہ ہزار تھی؛ جب کہ اکثر روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی۔

بہر حال اُن کی حقیقی تعداد جو بھی ہو؛ مگر اتنا تو طے ہے کہ وصالِ اقدس کے وقت وہ حضرات ایک لاکھ سے زائد تھے۔ اپنے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصالِ ظاہری کے بعد بھی صحابہ کرام کی یہ مقدس جماعت دین و ایمان میں اُسی طرح مخلص رہی جیسا کہ اپنے

آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری زندگی میں تھی۔ چنانچہ انھوں نے دین اسلام کی نشرو اشاعت اور اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر بیش بہا قربانیاں پیش کیں۔ اس حقیقت پر ایسے مضبوط نقلی، عقلی اور تاریخی دلائل موجود ہیں کہ کوئی بھی صاحب عقل و دانش اُن کا انکار نہیں کر سکتا۔

## اہل تشیع کے یہاں صحابہ کرام کی تعداد:

اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعداد کے حوالے سے رافضیوں کا عقیدہ باطلہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ظاہری میں اگرچہ صحابہ کرام بہت بڑی تعداد میں موجود تھے؛ مگر جیسے ہی آپ کا وصال ہوا تو اہل بیت اطہار اور دیگر تین صحابہ کرام کے علاوہ باقی تمام صحابہ، حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو ”خلیفہ بلا فصل“ نہ ماننے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ رسول تسلیم کر لینے کے سبب کافر و مرتد ہو کر زمانہ جاہلیت کی جانب پھٹ گئے تھے۔ معاذ اللہ رب العالمین۔

مرتد و بے دین ہونے والوں میں خلفائے ثلاثہ (حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی) اہل بیعت رضوان، شرکاءے بدر و اُحد وغیرہ سبھی شامل ہیں۔ ایمان پر قائم رہنے والے وہ تین خوش نصیب یہ ہیں:

(۱) حضرت سلمان فارسی۔

(۲) حضرت ابوذر غفاری۔

(۳) حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اہل سنت کے نزدیک ایسا عقیدہ رکھنا ”کفر“ ہے۔ اہل تشیع پر یہ کوئی الزام و اِٹھام نہیں ہے؛ بلکہ اس حوالے سے خود انھی کی کتابوں میں روایتیں موجود ہیں، جنہیں اُن کے علما نے بڑے چاؤ (شوق) سے بیان کیا ہے۔ قارئین کرام بطور نمونہ صرف دو حوالے ملاحظہ فرمائیں!

## حوالہ نمبر: (۱)

حدثنا محمد بن یحییٰ، عن أحمد بن محمد بن عیسیٰ. عن الحسن بن سعید عن علی بن النعمان، عن عبد الله بن مسکان، عن عبد الرحیم القصیر قال: قُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) إِنَّ النَّاسَ يَفَرُّونَ إِذَا قُلْنَا: إِنَّ النَّاسَ ارْتَدُّوا. فَقَالَ: يَا عَبْدَ الرَّحِيمِ! إِنَّ النَّاسَ عَادُوا بَعْدَ مَا قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَهْلُ جَاهِلِيَّةٍ. إِنَّ الْأَنْصَارَ اعْتَزَلَتْ فَلَمْ تَعْتَزِلْ بِخَيْرٍ. جَعَلُوا يُتَابِعُونَ سَعْدًا وَهُمْ يَرْتَجِزُونَ ارْتِجَازَ الْجَاهِلِيَّةِ. يَا سَعْدُ أَنْتَ الْمُرَجَّاءُ وَشَعْرُكَ الْمُرْجَلُ وَفَحْلُكَ الْمُرْتَجِمُ.

[الروضة من الكافي ج: ۸، ص: ۲۹۶، رقم الحديث: ۴۵۵، المكتبة الشيعية،

شيعه آن لائن لائبریری]

ترجمہ: رافضی محقق ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحق کلینی متوفی ۳۲۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ عبد الرحیم قصیر نے کہا: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ جب ہم (اہل تشیع) یہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام مرتد ہو گئے تھے تو لوگ گھبرانے لگتے ہیں۔ انھوں نے کہا: اے عبد الرحیم! واقعہ یہی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد لوگ (صحابہ) زمانہ جاہلیت کی جانب پٹ گئے تھے۔ انصار (ابو بکر کی بیعت سے) الگ تو ہوئے؛ مگر وہ بھی خیر کے لیے الگ نہ ہوئے (بلکہ انھوں نے ایک باطل کو ترک کر کے دوسرے باطل کو اختیار کیا، یعنی ابو بکر کی بیعت ترک کر کے) وہ سعد کے ہاتھوں پر بیعت کرنے لگے، وہ زمانہ جاہلیت کی طرح رجز پڑھتے ہوئے کہہ رہے تھے: اے سعد! تم ہی امید گاہ ہو، اے سعد! تم آزاد ہو اور تمھارا دشمن ناقابل قبول ہے۔

## حوالہ نمبر: (۲)

عَلِيُّ بْنُ الْحَكَمِ عَنْ سَيْفِ بْنِ عُمَيْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرِ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ:  
 قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اِرْتَدَّ النَّاسُ إِلَّا ثَلَاثَةً نَفَرًا، سَلْمَانَ وَابْنَ  
 ذَكْوَانَ وَالْبُقَادُ. [اخبار معرفة الرجال المعروف برجال الكشي، للشيخ محمد بن عمر  
 بن عبد العزيز الكشي، ج: ۱، ص: ۵۱، رقم الحديث: ۲۴، المكتبة الشيعية، شيعه آن  
 لائن لائبریری]

ترجمہ: دوسرے رافضی محقق محمد بن عمر بن عبد العزیز کشی اپنی سند کے ساتھ روایت  
 کرتے ہیں کہ علی بن حکم، سیف بن عمیرہ سے اور وہ ابو بکر حضرمی سے روایت کرتے ہیں کہ  
 ابو جعفر علیہ السلام نے کہا: (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد) تین کے علاوہ  
 سبھی صحابہ مرتد ہو گئے تھے۔ وہ تین یہ ہیں: (۱) سلمان فارسی (۲) ابو ذر غفاری  
 (۳) مقداد بن اسود۔

رجال کشی میں اس من گھڑت روایت کے بعد یہ بھی مذکور ہے کہ ان تین صحابہ کے  
 علاوہ چار حضرات اور بھی ہیں جنہیں بعد میں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور انہوں نے حضرت ابو  
 بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت قبول کر لینے کے بعد رجوع کیا اور حضرت علی  
 مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق خلافت کو پہچانا۔

وہ چار صحابہ یہ ہیں: (۱) عثمان (۲) ابوسنان انصاری (۳) ابو عمرہ (۴) شتیرہ۔  
 ان چاروں کا نام لکھنے کے بعد رجال کشی کا مصنف کہتا ہے:

فَلَمْ يَكُنْ يَعْرِفُ حَقَّ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَّا هَؤُلَاءِ  
 السَّبْعَةُ. [مصدر سابق]

ترجمہ: ان سات خوش نصیبوں کے علاوہ کوئی بھی صحابی حضرت امیر المؤمنین (مولیٰ علی)

علیہ السلام کے حق کو نہ پہچان سکا۔ (سب کے سب ابو بکر کی بیعت کر کے مرتد ہو کر، زمانہ جاہلیت کی طرف پٹ گئے) معاذ اللہ رب العالمین۔

## اہل تشیع کا عقیدہ خبیثہ:

ان دونوں حوالوں سے ثابت ہوا کہ اہل تشیع کا عقیدہ یہی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال فرماتے ہی، سوائے تین صحابہ کے تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے۔ پھر اللہ عز وجل نے مزید چار کو حق کی جانب رجوع کرنے کی توفیق بخشی؛ لہذا اہل تشیع کے نزدیک صحابہ کرام کی کل تعداد سات ہے۔ یہ لوگ اہل بیت کرام کے علاوہ صرف انھی سات حضرات کو نیک، عادل، مخلص اور دین کا بے لوث خادم مانتے ہیں۔

اسی لیے اُن کی کتابوں میں مذکورہ سات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے علاوہ نہ کسی صحابی کا بحیثیت صحابی ذکر ملتا ہے اور نہ کسی کی فضیلت کا بیان؛ بلکہ اُن کی اکثر کتابیں لعن طعن، سب و شتم، تنقیدوں اور تبرہ باز یوں سے بھری پڑی ہیں، جن کا بیان آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تربیت یافتہ اپنے آقا و مولا کے وصال کے فوراً بعد بے دین ہو جائیں؟ تو بکواس کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ درحقیقت وہ لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں ہی بے دین و منافق تھے؛ لیکن اپنا نفاق چھپائے ہوئے تھے۔ جیسے ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا، انھوں نے حضرت علی مولا کے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو خلیفہ بلا فصل نہ مان کر اپنا نفاق ظاہر کر دیا اور اپنی گردنوں سے دین اسلام کا ظاہری پٹہ بھی اُتار کر چھینک دیا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ منہ

## رافضیوں کے اس عقیدے کا رد و ابطال:

اہل تشیع کے اس عقیدے کا باطل و مردود ہونا، دینی شعور و آگہی رکھنے والے ہر شخص پر آفتابِ نصف النہار سے بھی زیادہ روشن و واضح ہے۔ ان کے اس عقیدے کے فساد اور تمام صحابہ کرام کی عدالت و اخلاص پر دلائل نقلیہ بھی شاہد ہیں اور دلائل عقلیہ بھی۔ پہلے چند نقلی دلائل ملاحظہ فرمائیں، پھر ان شاء اللہ عز و جل عقلی دلائل بھی پیش کیے جائیں گے۔

## صحابہ کی عدالت پر آیاتِ کریمہ سے استدلال: پہلی آیت کریمہ :

اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَا اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ كَمَا اٰمَنَ  
السُّفَهَاۗءُ اِلَّا اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاۗءُ وَلٰكِنْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ [سورہ بقرہ، آیت نمبر ۱۳]

ترجمہ: اور جب اُن (منافقوں) سے کہا گیا کہ اس طرح ایمان لاؤ! جس طرح اور لوگ (صحابہ کرام) ایمان لائے ہیں۔ تو انھوں نے کہا: کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جس طرح یہ بے وقوف لوگ ایمان لائے ہیں؟ سنو! یہی لوگ بے وقوف ہیں؛ لیکن اُن کو علم نہیں ہے۔ [ترجمہ تبيان القرآن]

اس آیت کریمہ میں مدینہ منورہ کے منافقوں سے کہا گیا ہے کہ ایمان لاؤ جس طرح اور لوگ ایمان لائے ہیں۔ ”النَّاسُ“ سے کون لوگ مراد ہیں، اس کی تفسیر کرتے ہوئے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

النَّاسُ کے ”لام“ میں دو احتمال ہیں:

(۱) یہ عہد کے لیے ہو۔ اس صورت میں معنی ہوگا: اُس طرح ایمان لاؤ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے صحابہ ایمان لائے، یا جس طرح عبداللہ بن سلام اور اُن کی جماعت کے لوگ ایمان لائے۔

(۲) جنس کے لیے ہو۔ اس صورت میں معنی ہوگا، اے منافقو! اُس طرح ایمان لاؤ جس طرح ”قبیلہ اوس و خزرج“ کے لوگ ایمان لائے؛ کیوں کہ اُس وقت تک ان دونوں قبیلوں کے اکثر لوگ ایمان لا چکے تھے اور ایمان نہ لانے والے منافق بہت کم تھے۔ [ملخصاً از تفسیر کبیر، ج: ۱، ص: ۷۵]

بہر حال اس آیت کریمہ میں منافقوں کو صحابہ کرام کی طرح ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے؛ کیوں کہ وہ نفوسِ قدسیہ ایمان میں کامل، مخلص اور نفاق سے بالکل دور تھے۔ پتہ چلا کہ اللہ ربُّ العزت کے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا ایمان معیار اور آئیڈیل ہے۔ جس کا ایمان صحابہ کرام کے ایمان کی طرح ہوگا، مقبول ہوگا ورنہ مردود۔ اللہ رب العزت نے جن حضرات کے ایمان کو معیار اور آئیڈیل قرار دیا ہو، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں منافق رہے ہوں اور اُن کے وصال فرماتے ہی مرتد و بے دین ہو کر زمانہ جاہلیت کی طرف پھٹ گئے ہوں؟

یہ آیت کریمہ حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے عادل و مخلص اور نیک و صالح ہونے کی شہادت دے رہی ہے، نیز یہ بتلا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحابہ کرام کو عظیم و جاہت حاصل ہے، اُسے یہ گوارا ہی نہیں کہ کوئی بد بخت اُس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دیوانوں کی شانِ اقدس میں گستاخی کرے اور انھیں ”نادان“ کہے۔

اس آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام پر تبرا کرنے والے رافضی، اس حد تک جاہل و احمق ہیں کہ خود انھیں اپنی حماقت و سفاہت کا علم نہیں ہے۔ یعنی جہلِ مرغِب



کا شکار ہیں۔

## دوسری آیت مبارکہ:

اللہ ربُّ العزت نے سورہ ہود میں ارشاد فرمایا:

وَلَا تَرْكُؤُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّنْ دُونِ  
اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ۝ [سورہ ہود، آیت نمبر: ۱۱۳]

ترجمہ: اور تم اُن لوگوں سے میل جول نہ رکھو جنہوں نے ظلم کیا ہے؛ ورنہ تمہیں بھی (دوزخ کی) آگ لگ جائے گی اور اللہ کے سوا تمہارے کوئی مددگار نہیں ہوں گے، پھر تمہاری مدد (بھی) نہیں کی جائے گی۔ [ترجمہ تیان القرآن]

”لَا تَرْكُؤُوا“ رُکُون سے فعلِ نہی ہے۔ ”رُکُون“ کا معنی بیان کرتے ہوئے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الرُّكُونُ هُوَ السُّكُونُ إِلَى الشَّيْءِ وَالْمَيْلُ إِلَيْهِ بِالْمَحَبَّةِ وَنَقِيضُهُ  
النَّفْوَزُ عَنْهُ. [تفسیر کبیر، ج: ۹، جز: ۱۸، ص: ۷۳]

ترجمہ: ”رُکُون“ الفت و محبت کے ساتھ کسی شے کی جانب مائل ہونے (اور اُس پر بھروسہ کرنے) کا نام ہے۔ اس کا مقابل کسی شے سے نفرت کرنا اور اُس سے بیزار ہونا ہے۔ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ مزید فرماتے ہیں:

الرُّكُونُ الْمَيْلُ عَنْهُ هُوَ الرِّضَا بِمَا عَلَيْهِ الظُّلْمَةُ مِنَ الظُّلْمِ وَ  
تَحْسِينُ تِلْكَ الطَّرِيقَةِ وَتَرْيُّهَا عَنْهُمْ وَعِنْدَ غَيْرِهِمْ وَمُشَارَكَتُهُمْ  
فِي شَيْءٍ مِّنْ تِلْكَ الْأَكْبَابِ. [مصدر سابق]

ترجمہ: اس آیت کریمہ میں جس رکون سے منع کیا گیا ہے اُس کا معنی ہے ایسے کاموں سے راضی ہونا جن پر ظلم کی تاریکی ہو اور ظلم کے طریقے کو پسند کرنا، اُسے سب کے لیے

سنوارنا اور اُس کے ابواب میں سے کسی باب میں لوگوں کے ساتھ شریک (ہو کر داخل) ہونا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کے ذریعے اپنے بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ ظالموں سے میل جول نہ رکھیں، اُن کی مدافعت نہ کریں، اُن کے ساتھ الفت و محبت کا برتاؤ اور اُن پر بھروسہ نہ کریں؛ بلکہ اُن سے دور رہیں، اُن کا بائیکاٹ کریں اور اُن سے نفرت و بیزاری کا اظہار کریں۔ اس ممانعت کے ساتھ، ظالموں سے پیار و محبت کرنے والوں کی سزا کا اعلان بھی کیا کہ جو اُن سے پیار و محبت کرے گا اور اُن کی جانب جھکے گا وہ دوزخ کی آگ میں جلے گا اور کوئی بھی اُس کی نصرت و حمایت نہیں کر سکے گا۔

اگر اہل تشیع کا یہ عقیدہ تسلیم کر لیا جائے کہ

چند صحابہ ہی اپنے ایمان میں مخلص اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سچی محبت کرنے والے تھے، باقی تمام صحابہ منافق، بے دین اور ظالم تھے،

تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اُن سے الفت و محبت کا معاملہ نہ کرنا، اُن سے تعلقات قائم نہ فرمانا اور اُن سے رشتے داریاں نہ کرنا واجب و ضروری تھا۔ حالاں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی بھر اُن سے میل جول رکھا اور اُن سے الفت و محبت کے تعلقات قائم رکھے؛ لہذا ثابت ہوا کہ حضراتِ صحابہ کرام منافق و فاجر اور بے دین و ظالم نہ تھے؛ بلکہ نیک، صالح، عادل اور سچے پکے مسلمان تھے۔

اب رافضی علما کے سامنے تین ہی راستے ہیں:

- (۱) اس آیت کریمہ ہی کا انکار کر دیں۔
- (۲) یہ اعلان کر دیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کریمہ پر عمل نہ کرنے کے سبب ظالم ہیں۔ (خاک بدین اعدا)
- (۳) تمام صحابہ کرام کی عدالت و صداقت کو تسلیم کریں۔

یہ احمق پہلے دونوں راستے اختیار نہیں کر سکتے؛ کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ اگر انھوں نے اس آیت کریمہ کا انکار کیا، یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ظالم کہا تو خود ان کی قوم اُن سے نفرت و بیزاری کا اظہار و اعلان کر دے گی۔

لہذا اُن کے لیے عافیت و سلامتی اسی میں ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے خلوص اور اُن کی عدالت کو تسلیم کریں اور اپنی ظالمانہ روش سے باز آ کر آخرت کی سعادت و سرخروئی حاصل کریں؛ کیوں کہ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد بھی اپنے غلاموں سے الفت و محبت کے معاملات قائم رکھے تھے۔

اس حقیقت کی ایک بالکی سی جھلک ملاحظہ فرمائیں:

حضرت سیدنا صدیق اکبر کی شہزادی ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ، حضرت سیدنا فاروق اعظم کی نو نظر ام المومنین حضرت سیدتنا حفصہ اور حضرت امیر معاویہ کی بہن ام المومنین حضرت سیدتنا اُم حبیبہ سے نکاح فرما کر ان حضرات کو دائمی شرف سے سرفراز فرمایا۔ یکے بعد دیگرے اپنی دو بیٹیاں حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں دے کر انھیں ”ذوالنورین“ جیسے عظیم الشان لقب سے مشرف فرمایا، یہ شرف و فضل نہ کبھی کسی کے حصے میں آیا نہ صبح قیامت تک آئے گا۔

صرف یہی نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان حضرات سے رشتے دار یاں قائم فرمائیں؛ بلکہ اپنی زبان اقدس سے متعدد بار نام لے لے کر ان کے فضائل و مناقب بھی بیان فرمائے۔ کتب احادیث اُن سے مالا مال ہیں۔

اگر اہل تشیع یہ کہہ کر راہ فرار اختیار کرنا چاہیں کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد کافر و مرتد ہوئے تو یہی گفتگو ہم حضرت مولا کے کائنات میں جاری

کریں گے کہ آپ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم پر، خلفائے ثلاثہ اور دیگر صحابہ کرام سے نفرت و بیزاری کا اعلان کرنا اور اُن سے میل جول نہ رکھنا واجب و ضروری تھا؛ حالاں کہ پوری اسلامی تاریخ شہادت دے رہی ہے کہ فاتح خیبر نے ان حضرات سے ہمیشہ الفت و محبت قائم رکھی، اُمورِ خلافت میں ان کی امداد فرمائی اور انھیں اپنے مخلصانہ مشوروں سے نوازا، حتیٰ کہ اپنی نورِ نظر حضرت سیدتنا ام کلثوم بنت سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں دیا۔ [الاستبصار للطوسی، ج: ۳، ص: ۳۵۲]

کیا کوئی رافضی حضرت علی مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوزخی اور بے یارو مددگار کہنے کی جسارت کر سکتا ہے؟ ثابت ہوا کہ حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سچے، عادل، مخلص اور دینِ متین کے بے لوث خادم تھے۔

## تیسری آیت مجیدہ:

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۖ وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونََهَا وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ [سورہ فتح، آیت نمبر: ۱۸، ۱۹]

ترجمہ: بے شک اللہ ایمان والوں سے اس وقت راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، سو اللہ جانتا تھا جو کچھ اُن کے دلوں میں ہے؛ پس اللہ نے اُن کے دلوں پر طمانیت نازل فرمایا اور اُن کو عن قریب آنے والی فتح کا انعام دیا۔ اور اُن کو بہت سی غنیمتیں عطا فرمائیں جن کو وہ حاصل کریں گے اور اللہ بہت غلبہ والا بڑی حکمت والا ہے۔ [ترجمہ تبیان القرآن]

یہ آیت کریمہ اُس موقع پر نازل ہوئی تھی جب آقاے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

ماہ ذوالقعدہ سن ۶ ہجری میں اپنے چودہ سو مخلص صحابہ کرام کے ساتھ، مدینہ منورہ سے، جانب مکہ عمرہ کرنے کی غرض سے روانہ ہوئے تھے اور کفارِ قریش نے آپ سب کو حدیبیہ کے مقام پر روک لیا تھا۔ چنانچہ مشہور صحابی رسول حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:

**كُنَّا يَوْمَ الْحَدِيبَةِ أَلْفًا وَ أَرْبَعَ مِائَةٍ. [الصحيح للإمام مسلم، كتاب**

الامارة، باب استحباب مبايعة الامام الجيش... رقم الحديث: ۴۹۱۴]

ترجمہ: صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہم چودہ سو صحابہ کرام موجود تھے۔

اسی موقع پر ”بیعتِ رضوان“ کا تاریخی واقعہ پیش آیا، جس کا نہایت مختصر بیان یہ ہے: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کفار سے صلح ہونے سے پہلے، حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر مکہ مکرمہ روانہ فرمایا، قریش نے حضرت عثمان کو تنہا عمرہ کرنے کی پیش کش کی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دیگر مسلمانوں کو عمرہ کی اجازت دینے سے سختی کے ساتھ منع کر دیا، حضرت عثمان نے یہ کہہ کر ان کی پیش کش کو ٹھکرا دیا کہ میں اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر ہرگز عمرہ نہیں کروں گا، دورانِ گفتگو قریش اور حضرت عثمان کے مابین کچھ تلخ کلامی بھی ہوئی، چنانچہ کفار مکہ نے حضرت عثمان کو جبراً روک لیا۔

اسی بیچ مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ کفار مکہ نے سفیر مصطفیٰ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان غنی کا انتقام لینے اور کفار مکہ سے جنگ کرنے کے لیے اپنے صحابہ سے بیعت لی۔ صحابہ کرام نے جذبہٴ صادق کے ساتھ، یہ کہہ کر بیعت کی تھی کہ وہ مرتے دم تک اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت میں ظالموں سے لڑتے رہیں گے اور آپ کو چھوڑ کر فرار نہیں ہوں گے۔ تاریخ نے اسی

بیعت کو بیعت رضوان کے نام سے محفوظ کیا ہے۔

شیعہ مفسر ابوعلی فضل بن حسن طبرسی نے بھی اس واقعے کو تفصیلاً بیان کیا ہے اور اس بیعت میں حاضر رہنے والے صحابہ کرام کی تعداد ایک ہزار سے زائد بتائی ہے۔

[مجمع البیان فی تفسیر القرآن، ج: ۹، ص: ۱۵۰، مطبوعہ دارالعلوم، بیروت، لبنان]

چوں کہ اُن چودہ صحابہ کرام نے اس بیعت میں نہایت والہانہ انداز میں اپنے خلوص، محبت اور اسلام کے تئیں اپنے سچے جذبات کا اظہار کیا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما کر اُن کے خلوص کو قبولیت کی سند سے سرفراز فرمایا اور ہمیشہ کے لیے اُن سے اپنی رضامندی کا اعلان فرمایا۔ یہ آیت کریمہ صحابہ کرام کے اخلاص، عدالت اور اُن کی وفا شعاری کی شہادت دے رہی ہے۔

چنانچہ مشہور مفسر حضرت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

(لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ) من الصدق كما علم ما في قلوب المنافقين من المرض (فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ) حتى بايعوا على الموت، وفيه معنى لطيف وهو ان الله تعالى قال قبل هذه الآية (وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ) فجعل طاعة الله والرسول علامة لادخال الله الجنة في تلك الآية، وفي هذه الآية بين ان طاعة الله والرسول وجدت من أهل بيعة الرضوان، أما طاعة الله فلاشارة اليها بقوله (لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ) وأما طاعة الرسول فبقوله (إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ) بقى الموعود به وهو ادخال الجنة أشار اليه بقوله تعالى (لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ) لأن الرضا يكون

معه ادخال الجنة كما قال تعالى (وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ).

[تفسیر کبیر، ج: ۱۴، جز: ۲۸، ص: ۹۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت]

ترجمہ: اللہ مومنوں سے راضی ہوا جب وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے، تو اللہ کو پہلے ہی سے اُن کے دلوں کی صداقت و عدالت کا علم تھا جس طرح اُسے منافقوں کے دلوں کی بیماری (یعنی نفاق) کا علم تھا۔ پس اللہ نے اُن کے دلوں پر سکینہ نازل فرمایا؛ یہاں تک کہ انھوں نے موت پر بیعت کی۔ یہاں ایک لطیف معنی ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ سے پہلے فرمایا:

”جو اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے گا، اللہ اُسے جنت کے باغوں میں داخل فرمائے گا۔“

اس میں اللہ و رسول کی اطاعت کو دخولِ جنت کی علامت قرار دیا گیا ہے اور زیرِ تفسیر آیت میں یہ بیان کیا گیا کہ

”بیعتِ رضوان میں حاضر صحابہ کی جانب سے اللہ و رسول کی اطاعت پائی گئی۔“

اللہ کی اطاعت کی جانب ”لقد رضى الله عن المؤمنين“ سے اشارہ کیا گیا اور اطاعتِ رسول کی جانب ”اذ يبايعونك تحت الشجرة“ سے اشارہ کیا گیا، اور جہاں تک بیعتِ رضوان والوں کے جنتی ہونے کا تعلق ہے تو اس کی جانب ”رضى الله عن المؤمنين“ سے اشارہ کیا گیا ہے؛ کیوں کہ جنت میں داخلہ رضائے الہی کے بغیر ممکن نہیں۔

اس اقتباس سے ثابت ہوا کہ اہل بیعتِ رضوان دین و ایمان میں نہایت مخلص، صادق اور عادل تھے۔

## شیعہ مفسر کا اعتراف حقیقت:

یہی بات شیعہ مفسرین نے بھی کہی ہے، چنانچہ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں کہتے ہیں:

(لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَايَعُواكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ)  
یعنی بیعتہ الحدیبۃ وتسمی بیعتہ الرضوان لهذه الآية ورضاء الله سبحانه عنهم هو إرادته تعطيهم وإثابتهم وهذا إخبار منه سبحانه أنه رضى عن المؤمنين إذ بايعوا النبي ﷺ في الحديبية تحت الشجرة المعروفة وهي شجرة السمرة (فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ) من صدق النية في القتال والكرهة له لأنه بايعهم على القتال، عن مقاتل وقيل ما في قلوبهم من اليقين والصبر والوفاء. [مجمع البيان في تفسير القرآن، ج: ۹، ص: ۱۴۸، مطبوعه دارالعلوم، بيروت، لبنان]

ترجمہ: اس آیت کریمہ میں بیعت سے مراد ”بیعت حدیبیہ“ ہے جسے اسی آیت کی وجہ سے بیعت رضوان بھی کہا جاتا ہے۔ مومنوں سے اللہ کے راضی ہونے کا معنی یہ ہے کہ اُس نے مومنوں کو عزت و عظمت اور اجر و ثواب سے سرفراز کرنے کا ارادہ فرمایا ہے۔ یہ اللہ رب العزت کی جانب سے اعلان و اخبار ہے کہ وہ مومنوں سے راضی ہو گیا جس وقت انھوں نے مقام حدیبیہ میں بھول کے معروف درخت کے نیچے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ پاک پر بیعت کی؛ کیوں کہ اللہ کو قتال و جہاد کے سلسلے میں اُن کی نیت کے سچے ہونے کا علم تھا۔ یہ تفسیر مقاتل سے مروی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ اللہ کو اُن کے یقین، صبر اور وفا کا علم تھا۔

یہ شیعہ اقتباس بھی یہی بتلا رہا ہے کہ وہ حضرات انتہائی مخلص اور نہایت عادلانہ شان



والے تھے۔ جن صحابہ کرام کو علام الغیوب اللہ عزوجل نے دنیا ہی میں اپنی رضا و خوش نودی کی سند دے دی، اُن کے بارے میں یہ کہنا کہ

”حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چھ سات صحابہ کے علاوہ سبھی مرتد ہو گئے تھے۔“

کس قدر محال اور غیر معقول بات ہے۔

ماضی قریب کے عظیم محقق و محدث حضرت علامہ غلام رسول صاحب سعیدی علیہ

الرحمہ نے بہت پیاری بات کہی ہے، آپ فرماتے ہیں:

اب بتلائیے کہ جن صحابہ سے اللہ راضی ہو گیا وہ کیسے مرتد ہو سکتے ہیں؟ مرتد کا کوئی

عمل مقبول نہیں ہوتا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يَزِدْكَ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ

أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا

خَالِدُونَ ﴿سورة مائدہ، آیت نمبر: ۲۱۷﴾

ترجمہ: اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو گیا اور وہ حالت کفر میں مر گیا تو

اُن لوگوں کے نیک اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور وہ لوگ جہنمی ہیں، جس میں

وہ ہمیشہ رہیں گے۔ [ترجمہ تیان القرآن]

لہذا جس شخص کی موت کفر اور ارتداد پر ہو اُس سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہو سکتا؛

کیوں کہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب (غیبوں کا جاننے والا) ہے، وہ اُسی شخص کی نیکی قبول کرتا

ہے اور اُسی سے راضی ہوتا ہے جس کا خاتمہ ایمان پر ہو۔ یہ تو ہمارا حال ہے کہ ہم آج کسی

کے اچھے کام سے خوش ہو جاتے ہیں اور کل اُس کے برے کام سے ناراض ہو جاتے

ہیں۔ اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے وہ حال اور مال (انجام) کو جاننے والا ہے وہ اُسی شخص سے

راضی ہو گا جس کا خاتمہ ایمان پر ہو؛ لہذا جن صحابہ کی زندگی میں اللہ نے اُن سے راضی ہو

نے کا اعلان کر دیا، درحقیقت یہ اس بات کا اعلان ہے کہ اُن کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

اُن چودہ سو صحابہ میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر بھی تھے اور حضرت عثمان کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود بیعت کی تھی، سو خلفائے ثلاثہ (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تینوں جانشینوں) سے اللہ نے راضی ہونے کا اعلان کر دیا، باقی تمام صحابہ خلفائے ثلاثہ کی فرع (شاخ) اور اُن کے تبعین (پیروکار) ہیں اور اُن کے طریقے پر (چلنے والے) اور اُن کے حکم میں ہیں، سو جب خلفائے ثلاثہ سمیت چودہ سو صحابہ سے اللہ تعالیٰ کاراضی ہونا اور اُن (حضرات) کا اسلام اور ایمان پر قائم رہنا (قرآن مقدس سے) ثابت ہو گیا تو تمام صحابہ سے اللہ کاراضی ہونا اور اُن (سب) کا اسلام و ایمان (پر قائم رہنا) بھی ثابت ہو گیا۔ [شرح مسلم للسیدی، ج: ۶، ص: ۸۷۰-۸۷۱]

یہ کتنی بڑی جسارت؛ بلکہ کیسی غلیظ بد بختی ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر، حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم، حضرت سیدنا عثمان غنی اور تمام اہل بیعت رضوان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سمیت جملہ صحابہ کرام کے بارے میں یہ کہو اس کی جائے کہ

”حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال اقدس کے بعد سوائے سات صحابہ کے، سبھی

بے دین ہو کر زمانہ جاہلیت کی طرف پلٹ گئے تھے۔“

بخدا ایسا کہنا یا ایسا اعتقاد رکھنا اس آیت کریمہ کا صریح (کھلے طور پر) انکار ہے۔

اہل تشیع کے سامنے تین ہی راستے ہیں:

(۱) یا تو اس آیت کریمہ کا انکار کر کے اپنے کفر و ارتداد کا اعلان کر دیں۔

(۲) یا اللہ عز و جل کے ”علام الغیوب“ ہونے کا انکار کر کے اپنی گندی اور بد بودار زبان

سے ان ناپاک جملوں کا اظہار کریں کہ

”اللہ عز و جل نے لاعلمی میں اہل بیعت رضوان سے راضی ہونے کا اعلان کیا تھا،

اُسے تو پتہ ہی نہیں تھا کہ وہ لوگ بعد میں امیر المومنین حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا حق غصب کر کے کافر و مرتد ہونے والے ہیں۔“ معاذ اللہ۔

(۳) یا پھر صحابہ کرام سے راضی ہو کر، اپنے دلوں سے اُن کا بغض و حسد نکال کر، سچے دل سے اُن کی عظمت و شان کا اعتراف کریں اور اللہ عز و جل نے اپنی رضا مندی ظاہر فرما کر اُن حضرات کے مقدس سروں پر کرامت و بزرگی کا جو تاج رکھا ہے اُس کے سامنے سر تسلیم خم کریں۔

پہلے دونوں راستے دوزخ کے سخت ترین عذاب کی طرف لے جائیں گے؛ جب کہ آخری راستہ جنت کی دائمی نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا۔

## چوتھی آیت شریفہ:

اللہ عز و جل کا ارشادِ گرامی ہے:

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا. ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

[سورہ توبہ، آیت نمبر ۱۰۰]

ترجمہ: اور مہاجرین و انصار میں سے (نیکی میں) سبقت کرنے والے اور سب سے پہلے ایمان لانے والے اور جن مسلمانوں نے نیکی میں اُن کی اتباع کی، اللہ اُن سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے اور اللہ نے اُن کے لیے ایسی جنتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں اور وہ اُن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

[ترجمہ تیان القرآن]

یہ آیت کریمہ بھی اہل سنت و جماعت اور اہل تشیع دونوں کی تفاسیر کے مطابق تمام صحابہ کرام کے ایمان پر قائم رہنے، اُن کے دین اسلام کے بے لوث خادم ہونے اور انتہائی مخلص و نیک ہونے پر دلالت کر رہی ہے۔ یہ آیت مبارکہ اس بات کی بھی شہادت دے رہی ہے کہ تمام صحابہ کرام کے لیے اللہ عز و جل کی رضا، جنت کی دائمی نعمتیں اور عظیم کامیابی ہے۔

اہل سنت کے عظیم مفسر حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اِخْتَلَفُوا فِي السَّابِقِينَ الْاَوَّلِينَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْاَنْصَارِ مَنْ هُمْ؟ وَذَكَرُوا وُجُوْهًا: الْاَوَّلُ: قَالَ ابْنُ الْعَبَّاسِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: هُمُ الَّذِيْنَ صَلَّوْا اِلَى الْقِبْلَتَيْنِ وَشَهِدُوا بَدْءًا. وَ عَنِ الشَّعْبِيِّ هُمُ الَّذِيْنَ بَايَعُوا بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ. وَالصَّحِيْحُ عِنْدِيْ اَنَّهُمْ السَّابِقُونَ فِي الْهَجْرَةِ وَفِي النُّصْرَةِ. [تفسير كبير، ج: ۸، جز: ۱۶، ص: ۱۷۲. مطبوعه دار الفكر، بيروت]

ترجمہ: اس آیت کریمہ میں سابقین اولین سے کون حضرات مراد ہیں، اس بارے میں علما کی آراء مختلف ہیں۔ حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: سابقین اولین سے مراد وہ صحابہ کرام ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی جانب رخ کر کے نماز ادا کی اور غزوہ بدر میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کی۔ حضرت امام شعبی سے مروی ہے کہ سابقین اولین سے مراد وہ حضرات ہیں جنہوں نے بیعت رضوان میں حصہ لیا تھا۔ میرے (امام رازی کے) نزدیک درست یہ ہے کہ سابقین اولین سے مراد وہ صحابہ کرام ہیں جنہوں نے ہجرت کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت و حمایت میں سبقت کی (یعنی تمام مہاجرین و انصار مراد ہیں)۔

اس کے بعد امام رازی نے اپنے موقف پر مضبوط دلائل قائم کیے ہیں، حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت و افضلیت اور اُن کی صحتِ خلافت پر شان دار گفتگو فرمائی ہے اور پیدا ہونے والے مختلف قسم کے شکوک و شبہات کے تسلی بخش جوابات عنایت فرمائے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید فرماتے ہیں:

اس سلسلے میں علما کا اختلاف ہے کہ اس آیت کریمہ میں تمام صحابہ کی تعریف و توصیف کی گئی ہے یا بعض کی۔ محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ آیت کریمہ کی ”حمد“ (تعریف) صرف اُن صحابہ کو شامل ہے جنہوں نے ہجرت کرنے اور دین اسلام کی نصرت و حمایت میں سبقت کی۔ لہذا آیت کریمہ فقط ”کبار صحابہ“ کو شامل ہوگی؛ کیوں کہ ”مہج“ تبغیض (یعنی بعض افراد کے شامل ہونے) کا فائدہ دے رہا ہے۔ اور محققین کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں جو ”حمد“ ہے وہ تمام صحابہ کرام کو شامل ہے؛ کیوں کہ جملہ صحابہ کرام، دیگر تمام مسلمانوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے ”سابقین اولین“ سے موصوف ہیں اور ”من المهاجرین والانصار“ میں جو ”من“ ہے یہ تبغیض نہیں؛ بلکہ بیانِیہ ہے اور معنی یہ ہے کہ سابقین اولین جو کہ مهاجرین و انصار ہیں، اللہ عزوجل اُن سے راضی ہے۔ جیسا کہ ”فاجتنبوا الرجس من الاوثان“ میں ”من“ بیانِیہ ہے۔

بہت سے علما نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ حضرت حماد بن زید کہتے ہیں: ایک دن میں نے حضرت محمد بن کعب قرظی سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے مابین جو اختلافات اور فتنے رونما ہوئے آپ مجھے اُن کے بارے میں بتائیں! انھوں نے کہا: اللہ رب العزت نے تمام صحابہ کی مغفرت فرمادی ہے اور سب کے لیے جنت کو واجب قرار

دیا ہے (لہذا مشاجرات صحابہ میں مت پڑو)۔

میں نے کہا: اللہ نے قرآن کی کس آیت میں انھیں جنتی قرار دیا؟ انھوں نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا: سبحان اللہ! کیا تم یہ آیت کریمہ ”وَالسَّابِقُونَ الْأُولُونَ مِنَ الْبَہَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ“ نہیں پڑھتے؟ اس میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جملہ صحابہ کے لیے جنت اور اپنی رضا کا اعلان فرمایا ہے۔ [ترجمہ از تفسیر کبیر، ج: ۸، جز: ۱۶، ص: ۱۷۵، مطبوعہ دار الفکر، بیروت]

چند سطور کے بعد فرماتے ہیں:

آپ جان لیجیے! کہ یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ جو شخص بھی مہاجرین و انصار کی پیروی کرے گا وہ رضاے الہی اور ثوابِ آخرت کا حق دار ٹھہرے گا، بشرطے کہ وہ احسان کے ساتھ اُن کی اتباع کرنے والا ہو۔ اور احسان کی تفسیر یہ ہے کہ اُن کے بارے میں اچھی بات کہی جائے۔ چوں کہ یہ حکم مشروط ہے؛ لہذا شرط کے مفقود ہونے سے حکم بھی منسخی ہوگا۔ پس ثابت ہوا کہ جو مہاجرین و انصار کے بارے میں اچھی بات نہیں کہے گا وہ رضاے الہی کا حق دار نہیں ہوگا اور نہ ہی اُسے آخرت کا اجر ملے گا؛ کیوں کہ دین دار لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کی غایت درجہ تعظیم کرتے ہیں، اُن پر زبانِ طعن دراز نہیں کرتے اور نہ ہی غیر مناسب انداز میں اُن کا ذکر کرتے ہیں۔ [مصدر سابق، ص: ۱۷۶]

اس تفسیر سے واضح ہوا کہ تمام صحابہ کرام، نیک، مخلص، عادل اور جنتی ہیں، اُن سے رب تعالیٰ راضی ہے اور اُن کے لیے آخرت کی دائمی نعمتیں ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کرام کا خیر کے ساتھ ذکر کرنا فرض ہے۔ اُن پر طعن کرنا، اُن کی غیبت کرنا اور ناشائستہ انداز میں انھیں یاد کرنا رضاے الہی سے محرومی کا سبب ہے۔

یہ تفسیر اگرچہ اہل تشیع کے خلاف حجت نہیں بنے گی؛ مگر سُنیّت کا دعویٰ کر کے حضرت امیر معاویہ، حضرت ابوسفیان، حضرت ہندہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر وغیرہم پر بھونکنے والے تفضیلی رافضیوں کے خلاف ضرور حجت ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

## شیعہ مفسر کی حق بیانی:

مشہور شیعہ مفسر ابوعلی فضل بن حسن طبری اس آیت کریمہ کا شان نزول بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

الزُّوْلُ: قِيلَ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فَيَمْنُ صَلَّى إِلَى الْقِبْلَتَيْنِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ مُسَيْبٍ وَالْحَسَنِ وَابْنِ سِيرِينَ وَقَتَادَةَ. وَقِيلَ: نَزَلَتْ فَيَمْنُ بَأَيِّعَ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ، وَهِيَ بَيْعَةُ الْحَدِيثِيَّةِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: مَنْ أَسْلَمَ بَعْدَ ذَلِكَ وَهَاجَرَ فَلَيْسَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ. وَقِيلَ: هُمْ أَهْلُ بَدْرٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ. وَقِيلَ: هُمْ الَّذِينَ أَسْلَمُوا قَبْلَ الْهَجْرَةِ، عَنِ الْجُبَّائِيِّ.

ترجمہ: شان نزول کے بارے میں کئی اقوال ہیں:

- (۱) کہا گیا ہے کہ یہ آیت اُن صحابہ کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے قبلتین یعنی خانہ کعبہ اور بیت المقدس کی جانب رُخ کر کے نماز ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔ یہ قول حضرت سعید بن مسیب، حضرت حسن، حضرت ابن سیرین اور حضرت قتادہ کا ہے۔
- (۲) اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ اہل بیعت رضوان کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ قول حضرت امام شعبی سے منقول ہے، اُنھوں نے کہا ہے کہ جو حضرات بیعت رضوان کے بعد مسلمان ہوئے اور ہجرت کی وہ مہاجرین اولین میں سے نہیں ہیں۔
- (۳) ایک قول یہ ہے کہ آیت کریمہ کے مصداق اہل بدر ہیں۔ یہ، حضرت عطاء بن ابو

رباح سے مروی ہے۔

(۴) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سابقین اولین وہ حضرات ہیں جو ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے۔ یہ قول جبائی سے منقول ہے۔

## ہمارا تبصرہ:

پہلے قول کے اعتبار سے ثابت ہوا کہ

”اہل قبلتین نیک، مخلص، عادل اور دائمی جنتی ہیں، اُن سے خدا خوش اور وہ خدا سے راضی ہیں“

حضرت سیدنا صدیق اکبر، حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم اور حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، اہل قبلتین سے ہیں؛ لہذا اس نص قطعی سے ان حضرات کا مخلص اور جنتی ہونا ثابت ہوا اور چوں کہ دیگر صحابہ کرام علی نبیہم وعلیہم الصلاۃ والسلام احسان و خیر کے ساتھ ان تینوں حضرات کی پیروی کرنے والے ہیں؛ لہذا بشمول حضرت معاویہ، حضرت ابوسفیان تمام صحابہ کا عادل و مخلص اور نیک و صالح ہونا ثابت ہوا۔

اب یہ کہنا کہ

”حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال اقدس کے بعد تین یا سات صحابہ کے علاوہ سب مرتد ہو گئے تھے، اُن سے خدا ناراض ہے اور وہ دائمی طور پر دوزخ میں رہیں گے۔“  
کس قدر بد بختی اور شقاوت قلبی ہے۔ جاہلوں اور احمقوں کو ہمارے اسلاف کا نہیں تو کم از کم اپنے علما کے اقوال و تفاسیر کا خیال ہوتا۔

دوسرا قول اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ

”اہل بیعت رضوان سے خدا راضی اور وہ دائمی جنتی ہیں۔“

حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ



عنہم اجمعین بلا شک و ریب اہل بیعت رضوان میں شامل ہیں، علمائے شیعہ بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے؛ لہذا ثابت ہوا کہ

”خلفائے ثلاثہ سمیت تمام اہل بیعت رضوان سے خدائے تعالیٰ راضی اور وہ اُس سے خوش ہیں، اُن کے لیے ایسے دائمی باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔“

اور چوں کہ تمام صحابہ کرام ان حضرات کے پیروکار ہیں؛ لہذا یہ حکم متعدی ہو کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ کو شامل ہوگا۔

اسی لیے ہم اہل سنت و جماعت پورے اذعان و اعتقاد کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہمارے آقا و مولا حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ عادل، مخلص، نیک، دین کے بے لوث خادم اور جنتی ہیں۔ اُن پر فسق و نفاق اور کفر و ارتداد کا حکم لگانا دراصل اس آیت کریمہ کا انکار ہے۔

تیسرا قول اس بات کی شہادت فراہم کر رہا ہے کہ

”تمام شرکاء بدر سے اللہ عز و جل راضی ہے اور اُن کے لیے جنت کی دائمی نعمتیں ہیں۔“

حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا بدری صحابی ہونا آفتاب نصف النہار سے بھی زیادہ روشن ہے، کوئی محبوط الحواس اور علم و دانش سے کور شخص ہی اس حقیقت کا انکار کر سکتا ہے، گو کہ حضرت ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اپنی زوجہ محترمہ شہزادی رسول حضرت سیدتنا رقیہ سلام اللہ علیہا کی عیادت کے سبب غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے؛ مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں بدری صحابہ میں شامل فرما لیا تھا؛ لہذا خلفائے ثلاثہ سمیت تمام بدری صحابہ اس بشارت کے حق دار ٹھہرے۔ اور چوں کہ دیگر صحابہ کرام اصحاب بدر کے نقش قدم پر چل کر،

افعالِ خیر میں اُن کی اتباع کر کے ”وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ“ میں داخل ہیں؛ لہذا اس آیت کریمہ کی رو سے سبھی صحابہ کرام، اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے اور جنت کی دائمی نعمتوں کے حق دار ثابت ہوئے۔

چوتھا قول اختیار کرنے کی صورت میں بھی

”حضراتِ شہین کریمین اور حضرت ذوالنورین عثمان غنی سمیت تمام صحابہ کا جنتی ہونا ثابت ہوتا ہے۔“

کیوں کہ خلفائے ثلاثہ کا ہجرت سے قبل مسلمان ہونا اخبارِ متواترہ سے ثابت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے بعد مسلمان ہونے والے صحابہ، ہجرت سے پہلے دامنِ اسلام سے وابستہ ہونے والے صحابہ کے پیروکار ہیں؛ لہذا فرقِ مراتب کے باوجود دونوں کا حکم یکساں ہیں۔ دونوں کے لیے ”وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى“ کا مرثدہ ہے۔ اس شیعہ تفسیر کو کسی بھی زاویے سے دیکھیے! اور چاروں تولوں میں سے کوئی بھی قول لیجیے! تمام صحابہ کا نیک، صالح، عادل، مخلص، برگزیدہ، دین کا بے لوث خادم، سچا عاشق رسول اور جنتی ہونا ثابت ہوتا ہے۔

لگتا ہے کہ جاہل رافضیوں کو اپنے گھر کی بھی خبر نہیں، جہل و تعصب نے اُن کی حمت مار دی ہے کہ ضلالت کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں بھٹکتے ہوئے آج تک یہی راگِ الاپ رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد چند صحابہ کے علاوہ سب مرتد ہو گئے تھے۔ معاذ اللہ رب العالمین۔

اس طرح کے غالی رافضیوں کے پاس سوائے سچی توبہ کے کوئی اور چارہ نہیں ہے۔ نہ یہ، اس آیت کریمہ کا انکار کر سکتے ہیں اور نہ ہی اپنے محقق شیخ طبرسی کی تفسیر کا رد کر سکتے ہیں؛ کیوں کہ اَوَّلًا ”مجمع البیان فی تفسیر القرآن“ اہل تشیع کے یہاں علمِ تفسیر کی بڑی معتبر اور

بے نظیر کتاب ہے، شیعہ دانش مندوں نے کھل کر اس کی تعریف کے پل باندھے ہیں اور انھوں نے اسے علم تفسیر کے قدیم ترین منابع (سرچشموں) میں سے شمار کیا ہے۔

ثانیاً اُن کے دیگر فضلا و مفسرین نے بھی اسی قسم کی گفتگو کی ہے، یہ نادان کس کس کا انکار کریں گے اور کس کس سے منہ موڑیں گے؟

## شیخ طبری کے نزدیک تمام صحابہ عادل:

شیخ طبری اس آیت کریمہ کا معنی بیان کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:

اَللّٰهُ عَلٰی: لَمَّا تَقَدَّمَ ذِكْرُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَفَّارِ عَقِبَهُ سُبْحَانَهُ بِذِكْرِ السَّابِقِينَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَقَالَ: (وَالسَّابِقُونَ الْاَوَّلُونَ) اَتَى: السَّابِقُونَ اِلَى الْاِيْمَانِ وَ اِلَى الطَّاعَاتِ وَ اِنَّمَا مَدَحَهُمْ بِالسَّبْقِ لِاَنَّ السَّابِقِ اِلَى الشَّيْءِ يَتَّبِعُهُ غَيْرُهُ فَيَكُونُ مَتَّبِعًا وَ غَيْرُهُ تَابِعٌ لَهُ فَهُوَ اِمَامٌ فِيْهِ وَ دَاخِلٌ لَهُ اِلَى الْخَيْرِ بِسَبْقِهِ اِلَيْهِ. وَ كَذَلِكَ مَنْ سَبَقَ اِلَى الشَّرِّ يَكُونُ اُسُوًا حَالًا لِهَذِهِ الْعِلَّةِ (مَنْ الْمُهَاجِرِينَ) الَّذِيْنَ هَاجَرُوا مِنْ مَكَّةَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ وَ اِلَى الْحَبَشَةِ (وَالْاَنْصَارِ) اَتَى مِنْ الْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ سَبَقُوا اَنْظَرَاءَهُمْ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ اِلَى الْاِسْلَامِ وَ مَنْ قَرَأَ (الْاَنْصَارِ) بِالرَّفْعِ لَمْ يَجْعَلْهُمْ مِنْ السَّابِقِينَ وَ جَعَلَ السَّبْقَ لِلْمُهَاجِرِينَ خَاصَّةً (وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوهُمْ بِاِحْسَانٍ) اَتَى بِاَفْعَالِ الْخَيْرِ وَ الدُّخُولِ فِي الْاِسْلَامِ بَعْدَهُمْ وَ سُلُوكِ مِنْهَا جِهَةً.

وَ يَدْخُلُ فِيْ ذَلِكَ مَنْ يَّجِيئُ بَعْدَهُمْ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوا عَنْهُ) اَخْبَرَ سُبْحَانَهُ اَنَّهُ رَضِيَ عَنْهُمْ اَفْعَالَهُمْ وَ رَضَوْعِنِ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ لِمَا اَجَزَلْ لَهُمْ مِنَ الْعَوَابِ عَلَى طَاعَاتِهِمْ وَ اِيْمَانِهِمْ بِهِ وَ

يَقِينِهِمْ (وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا) يَنْقُوتُونَ بِبَقَاءِ اللَّهِ مُنْعَبِدِينَ (ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ) اِنِّی الْفَلَاحُ الْعَظِيمُ الَّذِیْ یَصْغُرُ فِیْ جَنِّیْهِ کُلُّ نَعِیْمٍ۔ وَ فِیْ هَذِهِ الْآیَةِ دَلَالَةٌ عَلٰی فَضْلِ السَّابِقِیْنَ وَ مَزِیَّتِهِمْ عَلٰی غَیْرِهِمْ لِمَا یَلْحَقُهُمْ مِنْ اَنْوَاعِ الْمَشَقَّةِ فِیْ نَصْرَةِ الدِّیْنِ۔ [جمع البیان فی تفسیر القرآن، ج: ۵، ص: ۸۶]

ترجمہ مع تشریح: اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کفار و منافقین کے ذکر کے بعد (ثابت ہوا کہ اب جن کا ذکر ہونے جا رہا ہے وہ کفار و منافقین میں سے نہیں ہیں) ایمان کی طرف سبقت کرنے والے صحابہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ”ایمان اور فرماں برداری کی طرف سبقت کرنے والے“ (پتہ چلا کہ ایمان کی طرف سبقت کرنے والے صحابہ، اپنے ایمان میں مخلص اور کامل تھے، اُن میں نفاق تو دور ضعفِ ایمان بھی نہ تھا)

اللہ تعالیٰ نے ”سبقت کرنے“ کو اُن کی صفتِ مدح قرار دیا؛ کیوں کہ جو شخص خیر (کسی اچھی چیز) کی جانب سب سے پہلے سبقت کرتا ہے، اُس میں دوسرے لوگ اُس کی پیروی کرتے ہیں۔ نتیجتاً وہ متبوع ہوتا ہے اور دوسرے لوگ اُس کے تابع؛ لہذا اُس خیر کی طرف سبقت کرنے کے سبب وہ مقتدی و امام بن کر دوسروں کو اُس کا خیر کی طرف بلاتا ہے۔ (معلوم ہوا کہ سابقین اولین مثلاً حضرت سیدنا صدیق اکبر، حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم، حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین، حضرت سیدنا علی شیر خدا وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، دوسرے تمام مسلمانوں کے مقتدی و امام ہیں، کہ سب سے پہلے انھوں نے ہی اسلام کی طرف سبقت کی اور دوسروں کو رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہونے کی ترغیب دی۔ اب قیامت تک جتنے بھی اہل ایمان ہوں گے اُن کے ایمان و اعمالِ صالحہ کا مجموعی اجر و ثواب ان حضرات کے حصے میں آئے گا اور اُن کے ثواب میں کچھ

کمی بھی واقع نہ ہوگی۔ اب یہ کتنی بڑی زیادتی؛ بلکہ بد بختی ہے کہ حضرت علی مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم کو اولین سابقین میں شمار کر کے مسلمانوں کا مقتدی و امام تسلیم کیا جائے اور خلفائے ثلاثہ پر کفر و نفاق کا الزام لگا کر انھیں برسرِ عام منہ بھر گالیاں دی جائیں اور دوسروں کو اُن کی توہین پر ابھارا جائے۔

اسی علت کے سبب شر (برائی) کی طرف سبقت کرنے والا سب سے زیادہ برا اور بد بخت کہلاتا ہے۔ (اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ:

● جن بد بختوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس صحابہ کی مذمت میں روایتیں گھڑیں۔

● خلفائے ثلاثہ کی خلافت کا انکار کر کے اُن کی شان میں مغالطات کہے۔

● حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تین کے علاوہ تمام صحابہ کے مرتد ہونے کا اعلان کیا۔

● حضرت علی شیرِ خدا کو نبیوں سے افضل کہا۔

● قرآن مقدس کو ناقص کہہ کر اسلام کی بنیاد کو منہدم کیا۔

● اور سب صحابہ جیسے شر کی جانب سبقت کر کے، بعد کے لوگوں کو توہینِ صحابہ کی ترغیب دی۔

وہ سب کے سب بعد میں آنے والے تمام سڑے ہوئے، بد بودار رافضیوں کے امام و مقتدی ہیں، قیامت تک صحابہ کرام کی شان میں جتنی بھی بد تمیزیاں ہوں گی سب کا وبال اُن شیطانوں کے سروں پر ہوگا اور گستاخی کرنے والوں کے عذاب میں کچھ کمی بھی واقع نہ ہوگی۔

”مہاجرین میں سے“ یعنی اُن لوگوں میں سے جنہوں نے مکہ مکرمہ سے مدینہ

منورہ اور حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ ”اور انصار میں سے“ یعنی جن اہل مدینہ نے مہاجرین کی طرح اسلام کی جانب سبقت کی۔ اور جن قرآن نے ”الانصار“ کو مرفوع پڑھا ہے، انھوں نے انصار کو سابقین اولین میں شمار نہیں کیا ہے؛ بلکہ سبقت الی الاسلام کو مہاجرین کا خاصہ قرار دیا ہے۔ ”اور جنھوں نے اچھائی کے ساتھ اُن کی پیروی کی“ یعنی مہاجرین و انصار کے بعد جنھوں نے اسلام قبول کیا، نیکیاں کیں اور اُن کے منہج (راستے) کو اختیار کیا۔

اس عموم میں مہاجرین و انصار کے بعد قیامت تک آنے والے تمام مسلمان داخل ہیں۔ ”اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے“۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے خبر دی کہ وہ اُن کے کاموں سے خوش ہوا اور وہ اللہ عز و جل سے راضی ہوئے؛ کیوں کہ اللہ عز و جل نے اُنھیں اُن کے ایمان و یقین اور طاعات کے سبب بے حساب اجر و ثواب سے مالا مال فرمایا۔

(ثابت ہوا کہ اللہ عز و جل نے حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور دیگر صحابہ کرام کو اُن کے ایمان و یقین اور طاعات و عبادات کے سبب بے حساب اجر و ثواب سے مالا مال فرمایا ہے، یہ حکم اُسی وقت متحقق ہوگا جب کہ اُنھیں تادم حیات ایمان پر قائم و دائم تسلیم کیا جائے؛ لہذا ثابت ہوا کہ یہ حضرات تادم حیات ایمان و اخلاص پر قائم رہے، یہ ممکن ہی نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال اقدس کے فوراً بعد یہ حضرات زمانہ جاہلیت کی طرف پٹ گئے ہوں)

”اور اُس نے اُن کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے دریا جاری ہیں، جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے“ یعنی من جارب اللہ ہمیشہ نعمتوں میں باقی رہیں گے۔ ”یہی بڑی کامیابی ہے“ یعنی یہ ایسی عظیم کامیابی ہے جس کے سامنے ہر نعمت ہیچ ہے۔ یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ سابقین اولین کو دوسروں پر فضیلت و برتری

حاصل ہے؛ کیوں کہ انھوں نے دین کی نصرت و حمایت میں بڑی مشقتیں برداشت کیں۔ (انتہی)

اس تفسیر سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ سابقین اولین کا مقام انتہائی بلند ہے، کوئی دوسرا اُن کے مرتبے تک نہیں پہنچ سکتا۔ انھیں یہ عظمت و رفعت اس لیے ملی کہ انھوں نے پورے اخلاص کے ساتھ دینِ اسلام کی نصرت و حمایت کی، پیغمبرِ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں سخت ترین مشقتیں اور زہرہ گداز پریشانیاں برداشت کیں، اپنے آبائی دین کو ترک کر کے، اپنے عزیزوں اور رشتے داروں کو نہ صرف یہ کہ چھوڑا؛ بلکہ وقت پڑا تو اُن سے جنگ بھی کی اور انھیں قتل بھی کیا۔

اسی لیے خوش ہو کر رب تعالیٰ نے انھیں اپنی رضا، فوزِ عظیم اور جنت کی دائمی نعمتوں کا مشرکہ سنایا۔ بعد میں جس کو بھی یہ مقام ملایا ملے گا انھی نفوسِ قدسیہ کے طفیل ملا اور ملے گا۔ اللہ رب العزت علام الغیوب ہے، بعد میں کیا ہونے والا ہے سب کچھ اُس کی نگاہِ قدرت کے سامنے ہے؛ اگر ان حضرات سے بعد میں کفر سرزد ہونے والا ہوتا اور یہ حضرات حضرت علی کا حقِ خلافت غصب کر کے مرتد ہونے والے ہوتے تو وہ ہرگز انھیں اس عظیم بشارت کا حق دار نہ ٹھہراتا۔

ان چاروں آیاتِ کریمہ اور فریقین کی کتبِ تفاسیر سے واضح ہوا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تربیت یافتہ تمام صحابہ اپنے ایمان میں انتہائی مخلص اور کفر و نفاق سے اربوں کھربوں میل؛ بلکہ اس سے بھی زیادہ دور تھے، وہ سب اپنے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ ظاہری تک اپنے اخلاص پر قائم رہے، دین کی سر بلندی کے لیے بے بہا قربانیاں پیش کیں، اہل بیتِ کرام سے سچی محبت کی، اپنی عزت و آبرو اور جان و مال کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ایک اشارہٴ ابرو پر قربان کیا، جس کے نتیجے میں قرآن مقدس نے

اُن کے مناقب بیان کیے اور اللہ رب العزت نے دنیا ہی میں انہیں جنت کی بشارت دی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد بھی یہ حضرات دین کے بے لوث خادم رہے اور پوری طاقت و توانائی کے ساتھ اگر دینِ متین کی تبلیغ کی تو دشمنانِ دین کے سر بھی اتارے۔ انہی کی قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ آج دنیا کے گوشے گوشے میں اسلام کا پرچم لہرا رہا ہے اور مخالفین کی کثرت کے باوجود اسلام پھل پھول رہا ہے۔

صرف چار آیات پر اکتفا کیا گیا ہے؛ ورنہ قرآنِ مقدس میں ایسی درجنوں آیات کریمہ ہیں جو صحابہ کرام کی ”عظمت و شان“ کو بڑے واضح طور پر بیان کر رہی ہیں۔ کیوں کہ ماننے والے خوش نصیب کے لیے ایک آیت ہی کافی ہے اور نہ ماننے والے سرکش و بد بخت کے لیے دفتر کے دفتر بھی بے سود ہیں۔

### رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک صحابہ کا مقام:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی متعدد بار اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے مراتب بیان فرمائے، اپنی امت کو انہیں بُرا کہنے سے روکا، اُن کی شانِ ارفع و اعلیٰ میں بے ادبی کا لفظ بولنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا اور زبانِ طعن دراز کر کے اُن کی عظمت کو کم کرنے کی کوشش کرنے والوں پر ہدایت فرمائی۔ اس سلسلے کی چند روایتیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِيْ فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدًّا أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهُ۔ [الصحيح للإمام البخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم لو کنت متخذًا خلیلاً، رقم



الحديث: ۳۴۷۰. الصحيح للإمام مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب تحریم سب الصحابة، رقم الحديث: ۲۵۴۰]

ترجمہ: میرے صحابہ کو گالی مت دینا؛ کیوں کہ (میری صحبتِ با فیض کی برکت سے اُن کی شان یہ ہو گئی کہ) اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر (بھی) سونا (راہِ خدا) میں خرچ کر ڈالے تب بھی (اس کا ثواب) اُن میں سے کسی کے (راہِ خدا میں خرچ کیے گئے) سیر یا آدھے سیر (غلّے کے ثواب) کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔

(۲) حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَسُبُّونَ أَصْحَابِي فَقُولُوا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى شَرِّكُمْ۔

[الجامع للإمام الترمذی، کتاب المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، باب ما جاء فی فضل من رأى النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و صحبه، رقم الحديث: ۳۸۶۶]

ترجمہ: جب تم میرے صحابہ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والوں کو دیکھنا تو کہنا: تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو۔

(۳) حضرت سیدنا عبداللہ ابن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور مہمورِ کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللَّهُ فِي أَصْحَابِي، لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا بَعْدِي، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ، وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي، وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللَّهَ، وَمَنْ آذَى اللَّهَ فَيُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ۔

[الجامع للإمام الترمذی، کتاب المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، باب ما جاء فی فضل من رأى النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و صحبه، رقم الحديث: ۳۸۶۶]

علیہ وآلہ وسلم، باب فیمن سب اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم،  
رقم الحدیث: ۳۸۶۲]

ترجمہ: میرے صحابہ کے سلسلے میں اللہ عز وجل کا خوف کرتے رہنا، میرے بعد انھیں تنقید کا نشانہ نہ بنانا، جس نے اُن سے محبت کی اس نے میری محبت ہی کے سبب اُن سے محبت کی اور جس نے اُن سے نفرت کی اُس نے مجھ سے نفرت کرنے ہی کی وجہ سے ان سے نفرت کی۔ جس نے انھیں تکلیف دی اُس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اُس نے اللہ کو ایذا دینے کی کوشش کی اور جو اللہ کو ایذا دینے کی سعی کرے گا، وہ اُسے عن قریب گرفتار عذاب فرمائے گا۔

(۴) حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ سَبَّ أَصْحَابِي فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔

[المعجم الكبير للامام الطبرانی، رقم الحدیث: ۱۲۷۰۹]

ترجمہ: جو (بد بخت) میرے صحابہ کو بُرا کہے اُس پر اللہ عز وجل، اُس کے فرشتے اور تمام لوگوں کی لعنت و پھٹکار ہو۔

(۵) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آقائے کریم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خَيْرُ أُمَّتِي الْقُرْنُ الدِّينِ يَلُونِي ثُمَّ الدِّينِ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الدِّينِ يَلُونَهُمْ۔ [الصحيح للامام البخاری، كتاب الشهادات، باب لا يشهد على

شهادة زور اذا شهد، رقم الحدیث: ۲۵۰۹]

ترجمہ: میری اُمت کے بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے قریب ہیں، پھر وہ لوگ جو

اُن سے قریب ہیں، پھر وہ لوگ جو اُن سے قریب ہیں۔

(۶) حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**لَا تَمَسُّ الْقَارُ مُسْلِمًا رَأَى أَوْ رَأَى مَنْ رَأَى.**

[الجامع للامام الترمذی، کتاب المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، باب ما جاء فی فضل من رأى النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و صحبہ، رقم الحدیث: ۳۸۵۸]

ترجمہ: اُس مسلمان کو دوزخ کی آگ (ہرگز نہیں) چھو سکے گی جس نے مجھے دیکھا یا مجھے دیکھنے والے (صحابہ) کو دیکھا۔

یہ احادیثِ کریمہ اپنے اطلاق و عموم کے سبب تمام صحابہ کو شامل ہیں، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلنے والے یہ الفاظ ”اصحابی، مسلما رانی، القرن الذی یلونی“ خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ، اصحاب بدر و احد کے علاوہ حضرت معاویہ، حضرت ابوسفیان، حضرت ہند، حضرت وحشی، حضرت زبیر، حضرت طلحہ وغیرہم تمام اصحابِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شامل ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ لہذا ان سے درج ذیل امور ثابت ہوئے:

● ہر صحابی رسول کو بارگاہِ رسالت سے عادل و مخلص ہونے کی سند حاصل ہے۔ ان سے اہل سنت کا یہ عقیدہ واضح ہوتا ہے کہ رسولِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام صحابہ عادل ہیں، اگرچہ مراتب میں بعض بعض سے بلند ہیں۔

● اصحابِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاص کا کسی دوسرے کے خلوص سے موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔ اگر کوئی غیر صحابی اُحد پہاڑ کے برابر (بھی) سونا راہِ خدا میں خرچ کر

ڈالے تو وہ اتنا ثواب نہیں پائے گا جو آدھا سیر غلہ خرچ کرنے پر صحابی رسول کو بارگاہ رب العالمین سے ملا۔

- صحابہ کرام کو گالیاں دینے والے ملعون و مردود اور رحمت الہی سے دور ہیں۔
- صحابہ سے محبت کرنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی دلیل اور اُن سے بغض رکھنا آپ سے نفرت کی نشانی ہے۔
- جن کے دلوں میں بغض صحابہ ہو گا وہ ضرور بالضرور دوزخ میں پھینکے جائیں گے۔
- اُمّت محمدیہ علیٰ صاحبہا السلام و التحیۃ میں جماعت صحابہ سب سے افضل ہے۔
- ایمان کی حالت میں صحابہ کرام کا دیدار کرنے والے بھی رب تعالیٰ کے فضل و کرم سے دوزخ میں نہیں جائیں گے۔ تو کیا معاذ اللہ صحابہ کرام دوزخ کی آگ میں جھونکے جائیں گے؟

ان احادیث کریمہ میں خطاب صحابہ کے بعد آنے والے مسلمانوں سے ہے، یعنی کسی غیر صحابی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ مشاجرات صحابہ (یعنی صحابہ کے آپسی اختلافات) میں پڑ کر، کسی ایک فریق کی محبت میں، دوسرے فریق کی توہین و تذلیل کرے؛ کیوں کہ یہ سخت حرام و ناجائز؛ بلکہ بعض صورتوں میں کفر تک ہے۔ ہم پر، صحبتِ مصطفیٰ کے سبب، ہر صحابی رسول کا ادب و احترام فرض ہے۔ صحابہ معصوم نہ تھے، بقاضائے بشری اُن سے غلطیاں سرزد ہوئیں اور اجتہادی خطائیں واقع ہوئیں؛ مگر چوں کہ یہ شرف و کمال انھیں اعمالِ صالحہ یا ریاضات و مجاہدات کی بنا پر نہیں ملا ہے؛ بلکہ بحالتِ ایمان فقط صحبتِ مصطفیٰ نے انھیں اس سے سرفراز کیا ہے؛ اس لیے جس کی صحبت ثابت ہے اس کا احترام فرض ہے خواہ وہ جیسا بھی ہو۔ اگر کوئی بد بخت کسی ادنیٰ صحابی کی شان میں بھی گستاخی کرتا ہے تو وہ مذکورہ وعیدوں کا حق دار ہے، اُس پر اللہ کی، تمام فرشتوں کی؛ بلکہ تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

## دلائل عقلیہ سے عدالتِ صحابہ پر استدلال:

اب صحابہ کرام کی ثابت قدمی اور اُن کے اخلاص پر ”چند عقلی دلائل“ پیش کیے جا رہے ہیں، یہ عقلی دلائل ماضی قریب کے عظیم مفسر و محدث حضرت علامہ غلام رسول صاحب سعیدی علیہ الرحمہ کی معرکہ الآراء تصنیف ”شرح مسلم، ج: ۶“ سے ماخوذ ہیں۔ راقم عوام اہل سنت کی تفہیم کے لیے نہایت آسان لب و لہجہ میں اُن کا خلاصہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

## پہلی دلیل:

یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت و رسالت کا اعلان فرمایا تو تمام رشتے دار اور مکہ مکرمہ کے تمام باشندے آپ کے سخت مخالف ہو گئے۔ چھ سال کی انتھک کوشش کے باوجود چالیس سے بھی کم لوگ مسلمان ہوئے، چھ سال کے بعد جب مسلمانوں کی تعداد میں کچھ اضافہ ہوا تو علی الاعلان اسلام کی تبلیغ کی جانے لگی، جس کے سبب مشرکین مکہ بھڑک اُٹھے اور وہ مسلمانوں کو ستانے اور اُن پر ظلم کے پہاڑ توڑنے لگے بالآخر مسلمانوں کو ہجرت کا پروانہ ملا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ وہاں کچھ ہی عرصے میں اسلام نے اس قدر ترقی کر لی کہ چند سالوں میں مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ سے بھی تجاوز کر گئی اور لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہونے لگے۔

اس جگہ قابل غور بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے شروع شروع میں اسلام کی دعوت کو قبول کیا اور اسلام قبول کرنے کے جرم میں بے شمار تکلیفوں کا سامنا کیا، اُن کے اسلام قبول کرنے کا سبب کیا تھا؟ انھوں نے رب تعالیٰ کی رضا کے لیے اسلام قبول کیا تھا یا دنیا کی دولت حاصل کرنے کے لیے۔ یہ ممکن نہیں کہ انھوں نے دنیا کمانے کے لیے اسلام قبول کیا

ہو؛ کیوں کہ کسے پتہ تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعوت آگے چل کر ایسی عظیم الشان کامیابی حاصل کر لے گی کہ دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کے تاج مسلمانوں کے قدموں میں ہوں گے، اُس وقت تو مسلمانوں کو دو وقت کا کھانا بھی میسر نہ تھا، اُس وقت اسلام قبول کرنا جانِ حق پر رکھنے اور سر پر کفنِ باعدِ مہنے کے مترادف (جیسا) تھا۔

اس لیے ماننا پڑے گا کہ صحابہ کرام نے دنیاوی مال و دولت کے لیے نہیں؛ بلکہ صرف رضائے الہی کے لیے دین اسلام قبول کیا تھا۔ جنہوں نے اپنے رب کو راضی کرنے کے لیے انتہائی خلوص کے ساتھ اسلام قبول کیا ہوا اور اُس کی حفاظت کے لیے بے شمار تکلیفیں برداشت کی ہوں، وہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد دین اسلام سے پھر جائیں عقلِ سلیم یہ ماننے کے لیے قطعاً تیار نہیں۔

## دوسری دلیل:

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بلا واسطہ تعلیم پائی، ہزاروں صحابہ، مسلسل کئی سالوں تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت میں رہے، اُنھیں طویل زمانے تک محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اور رفاقت میں رہنے کا شرف ملا، وہ ہمیشہ آپ کی اقتدا میں نمازیں پڑھتے اور آپ کے ساتھ جہاد کرتے، سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہتے اور شب و روز آپ سے وعظ و نصیحت سنتے اور رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی صبح و شام اپنے غلاموں کو دعاؤں سے نوازتے۔

پھر بھی شیعہ کہتے ہیں کہ وہ کفر و نفاق پر ڈرتے رہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پردہ کرتے ہی تین کے سوا سب مرتد ہو گئے، معاذ اللہ۔ اب بتایا جائے کہ یہ غالی رافضی کس کی خامی (کمی) تلاش کر رہے ہیں اور کس کا نقص (عیب) بیان کر رہے ہیں؟ یہ نادان صحابہ میں نہیں؛ بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم و تربیت میں عیب تلاش کر رہے ہیں۔

کیا حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم و تربیت ایسی ہی بے فیض تھی کہ ۲۳ رسالوں تک تبلیغ کرنے کے باوجود آپ تین چار کے سوا کسی کو سچا اور مخلص مسلمان نہ بنا سکے! جائے تعجب ہے کہ دیگر نبیوں کے پیروکاروں کی تعداد تو اچھی خاصی رہی اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکاروں کی تعداد تین چار ہی میں محدود رہی!

کیا اس سے بھی بڑا کوئی سفید جھوٹ ہو سکتا ہے؟ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب متفقہ طور پر تمام رسولوں سے افضل اور اللہ عز و جل کے محبوب ہیں تو آپ کے افضل ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ آپ پر ایمان لانے والوں کی تعداد بھی سب سے زیادہ ہو۔ جو لوگ یہ بکواس کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد صرف تین چار ریاسات لوگ ہی ایمان و اسلام پر قائم رہے باقی مرتد ہو گئے، وہ لوگ درحقیقت صحابہ کرام کی نہیں؛ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تنقیص (توہین) کر رہے ہیں اور آپ کی محبوبیت و افضلیت کو داغ دار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اللہ رب العزت نے قرآن مقدس میں کئی مقام پر اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم و تربیت اور تزکیہ (یعنی لوگوں کو کفر و شرک اور بد عملیوں سے پاک و صاف کرنے) کی تعریف و توصیف کی ہے؛ بلکہ آپ کا مقصد بعثت ہی تعلیم و تزکیہ کو قرار دیا ہے، تو اگر یہ کہا جائے کہ ۲۳ رسالہ جدوجہد کے نتیجے میں صرف تین چار نفوس (لوگ) ہی مسلمان ہوئے تھے تو بتایا جائے کہ کیا ایسی تعلیم و تربیت تحسین و ستائش (تعریف) کے قابل ہو سکتی ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم و تربیت اُسی وقت قابل ستائش (تعریف) کے قابل ہو سکتی ہے جب کہ اس حقیقت کا اعتراف کیا جائے کہ آپ کی دعوت و تبلیغ بے انتہا موثر تھی، اس کے نتیجے میں بے شمار لوگ مسلمان ہوئے اور وہ حضرات وصالِ اقدس کے بعد بھی اپنے ایمان و اخلاص پر قائم رہے۔ جیسا کہ ہم اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔

## تیسری دلیل:

چوں کہ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ رب العزت کے آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کسی نبی کا آنا ممکن نہیں، اس لیے اللہ عز وجل نے تمام نبیوں کے معجزات و کمالات کو آپ کی ذات اقدس میں جمع فرما کر دعوت و تبلیغ اور رشد و ہدایت کے تمام طریقے آپ کو عطا فرمائے؛ تاکہ کوئی بھی گروہ آپ کے فیضانِ نبوت سے محروم نہ رہے، کوئی بھی شخص آپ کی تعلیم و تربیت سے بے بہرہ نہ ہو اور کسی کے لیے آپ پر ایمان نہ لانے کا کوئی عذر (بہانا) باقی نہ رہے۔

اللہ رب العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہر لحاظ سے جامع بنا کر بھیجا؛ تاکہ فصاحتِ لسانی میں شہرت رکھنے والے قرآنِ مقدس کے اعجاز کو دیکھ کر مسلمان ہو جائیں۔ علم و حکمت کا دعویٰ کرنے والے آپ کی حکیمانہ تعلیمات سے متاثر ہو کر ایمان لے لائیں۔ خود کو شجاعت و مردانگی میں یگانہ روزگار سمجھنے والے میدانِ جنگ میں آپ سے مغلوب ہو کر آپ کی غلامی قبول کر لیں۔

آپ کو تمام نبیوں اور رسولوں کے اوصاف و کمالات سے متصف کرنے کا مقصد یہی تھا کہ آپ کی پُر اثر تبلیغ سے لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوں اور دینِ اسلام تمام ادیان پر غالب ہو؛ کیوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی اللہ کے آخری پیغمبر ہیں، آپ کے بعد کوئی بھی پیغمبر آنے والا نہیں ہے، اس لیے آپ کی دعوت و تبلیغ کو ہر اعتبار سے پُر اثر بنایا گیا اور رشد و ہدایت کے تمام طریقوں سے آپ کو سرفراز کیا گیا۔

اب سوچیے! جو شیعہ یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغ سے صرف چند لوگ مسلمان ہوئے اور باقی جو لوگ زندگی بھر آپ کے ساتھ رہے وہ آپ کی زندگی میں منافق تھے اور وصال فرمانے کے بعد مرتد ہو گئے اُن کے اعتبار سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم



انہیں بنانے کا مقصد کیسے پورا ہوا اور دین اسلام باقی دینوں پر کیسے غالب ہوا؟ جس دین کے بانی سے صرف چند لوگ مسلمان ہوئے ہوں اُس دین کے دیگر مبلغین سے کوئی کیا مسلمان ہوگا! نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب رسولوں سے افضل ہیں اور رسولوں پر آپ کی افضلیت اُسی وقت متحقق (ثابت) ہوگی جب کہ آپ کی تبلیغ سے ایمان لانے والوں کی تعداد تمام رسولوں پر ایمان لانے والوں سے کئی گنا زیادہ ہو۔

اگر بقول شیعہ چھیس سالہ تبلیغی کوششوں کے نتیجے میں آپ پر صرف چند لوگ ایمان لائے تو تمام رسولوں پر آپ کی افضلیت کیسے ثابت ہوگی؟ لہذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین اور افضل المرسل ہونے اور دین اسلام کے تمام ادیان پر غالب ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ آپ پر ایمان لانے والے صحابہ کرام کی تعداد سب نبیوں اور رسولوں کے اصحاب سے زائد ہو اور اُن کا ایمان و اسلام سب نبیوں کے اصحاب کے ایمان سے زیادہ مضبوط و مستحکم ہو۔ [شرح مسلم، ج: ۶، ص: ۸۶۲ تا ۸۶۳، موضحاً و مبہلاً]

عقل و دانش سے تعلق رکھنے والا کوئی بھی شخص اِن دلائل کا انکار نہیں کر سکتا: ہاں اگر گدھے کی طرح علم و عقل سے محروم انسان اِن کا انکار کرے تو اُسے گدھے ہی کی طرح معذور رکھا جائے گا؛ لہذا راہِ افضیوں کا یہ دعویٰ کہ

”چند کے سوا سبھی صحابہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں منافق تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔“

کسی مجنون کی بڑ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا، جو کہ عقل و نقل اور روایت و درایت ہر لحاظ سے باطل و مردود ہے۔

اس طرح کے اہل تشیع پر واجب ہے کہ اپنے اس خبیث عقیدے سے رجوع کریں، تمام صحابہ کرام کی عظمت و رفعت تسلیم کریں، اُن کی عدالت و اخلاص کو مان کر اپنی

عقل مندی کا ثبوت دیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ میں آکر اپنی ہوش مندی کا اظہار کریں۔ ورنہ مرنے کے بعد تو سبھی کو ہوش آجائے گا۔

آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ ان سے

پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

اب تک کی گفتگو میں عمومی طور پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی عدالت، ثقاہت اور شانِ اخلاص و للہیت کو ناقابلِ انکار دلائل عقلیہ و نقلیہ سے واضح کیا گیا ہے اور مخالفین کی معتبر و مستند کُتب سے بھی ثابت کیا گیا ہے کہ حضور جانِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تربیت یافتہ تمام صحابہ کرام دینِ متین کے بے لوث خادم تھے، اُنھوں نے اسلام کی نشر و اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اعلائے کلمۃ الحق کے لیے جہاد کیا؛ بلکہ ناموسِ توحید و رسالت اور عقائدِ اسلامیہ کے تحفظ کے لیے اپنی عزت و آبرو اور جان و مال سب کو راہِ خدا میں قربان کر دیا۔

نیز برائینِ قاطعہ سے غالی اہل تشیع کے اس خبیث عقیدے کہ ”حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد دو چار صحابہ کو چھوڑ کر سبھی مسلمان مرتد ہو کر زمانہ جاہلیت کی طرف پلٹ گئے تھے“ کے بخیے بھی اُدھیڑے دیے گئے ہیں۔ فالحمد لله على ذلك۔

## ایک اہم وضاحت:

یہ بھی واضح رہے کہ یہ عقیدہ تمام رافضیوں کا نہیں ہے؛ بلکہ بعض مخصوص قسم کے سڑے ہوئے انتہائی بدبودار روافض ایسا عقیدہ خبیثہ رکھتے ہیں، جسے اُن کے بعض نہایت جاہل اور غالی قسم کے مولویوں نے اپنی اپنی کتابوں میں خوب مریج مسالہ لگا کر بیان کیا ہے۔

چوں کہ اس عقیدہ خبیثہ کی زد (مار) اسلام کی بنیاد، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی

ناموس اور آپ کی تعلیم و تربیت پر پڑتی ہے؛ اس لیے اکثر روافض اسے علی الاعلان بیان کرنے سے گریز کرتے ہیں؛ بلکہ تقیہ کر کے اس سے براءت کا اعلان و اظہار بھی کر لیتے ہیں، مگر میری معلومات کی حد تک اب تک کسی بھی رافضی میں یہ جرأت و جسارت نہ ہوئی کہ ایسی باتیں لکھنے والے اپنے مولویوں کی تردید کرے یا اُن کی کتابوں سے ایسی منگھڑت عبارتیں نکالنے کی کوشش کرے۔

## ہر صحابی رسول کی تعظیم ضروری ہے:

بہر حال ہر صحابی رسول شرفِ صحبت کی وجہ سے معظم ہے، اُن کی تعظیم و توقیر ہر اُس شخص پر فرض ہے جو خود کو آقاے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا امتی کہتا ہے۔ اُن پر طعن و تشنیع کرنا، انھیں غیر مناسب الفاظ سے یاد کرنا، اُن کی قربانیوں سے مکمل چشم پوشی اختیار کر لینا اور بعض باتوں کی وجہ سے اُن پر تہزاکر تے رہنا کسی بھی مسلمان کے لیے ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔ اس کی حرمت (حرام ہونا) مندرجہ ذیل وجوہ سے ثابت ہے۔

اولاً اس لیے کہ اگر ہم میں سے کوئی خراب سے خراب آدمی مَر جاتا ہے تو عادتاً اُس کی برائیوں کو زبان پر لانا عیب سمجھا جاتا ہے، چہ جائے کہ رسول پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی برائی زبان پر لائی جائے، اُن کی جناب میں مغالطات بکے جائیں اور پھر خود کو مستحقِ ثواب سمجھا جائے، کیا اس سے بڑی بھی کوئی حماقت و جہالت ہو سکتی ہے؟ کیا محبوب کے ساتھیوں کو گالیاں دے کر اُس کی رضا حاصل کی جاسکتی ہے؟ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ثانیاً اس لیے کہ سورہ فتح کی آیت نمبر ۱۸ واضح طور پر یہ اعلان کر رہی ہے کہ جو صحابہ کرام بیعتِ رضوان میں شریک تھے اور جنھوں نے ببول کے درخت کے نیچے آقاے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ اقدس پر بیعت کی تھی ”اللہ عز و جل اُن سب سے راضی

ہو گیا“ اور جس سے اللہ راضی ہو گیا وہ مرتد و منافق کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ تو عالم الغیب ہے، اُس کا منافق و مرتد سے راضی ہونا ممکن ہی کب ہے؟

شیعہ کہتے ہیں کہ اللہ عز و جل اُس وقت تو راضی ہو گیا تھا؛ مگر جب وہ، حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو چھوڑ کر، (حضرت) ابو بکر (صدیق رضی اللہ عنہ) کی خلافت تسلیم کر کے مرتد ہو گئے تو اللہ عز و جل کی رضا بھی جاتی رہی۔ معاذ اللہ رب العالمین من هذه الاقوال الخبيفة۔

اس بندِ سختی کا جواب یہ ہے کہ یہ تو ہم جیسے انسانوں کے اوصاف میں سے ہے کہ کسی کی اچھی باتیں دیکھیں تو راضی ہو گئے اور جب برائیوں پر نظر پڑی تو ناراض ہو گئے۔ ایک ہی شخص کے بارے میں ہماری خوشی ناخوشی میں اور ناراضگی رضا میں تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ کیوں کہ ہمیں غیب کا علم نہیں ہے، کل کیا ہونے والا ہے ہمیں کیا خبر؟۔ اس لیے ہمارے حالات و کوائف تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ اللہ عز و جل تو عالم الغیب و الشہادہ ہے، وہ ایسے بندوں سے بھلا کیسے راضی ہو سکتا ہے جو دینِ اسلام سے پھر جانے والے ہوں۔ کیا شیعہ حضرات اپنے رب کو ایسا ہی جاہل و غافل سمجھتے ہیں جو ذرا سی بات میں خوش اور پھر تھوڑی ہی دیر میں ناراض ہو جاتا ہے؟ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

پھر ان نادانوں کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ اللہ رب العزت نے اسی آیت کریمہ میں فرمایا ہے: **فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ**۔ یعنی اللہ اُن کی دلی عقیدت کو جانتا تھا، تو اُس نے ان پر سکون نازل فرمایا۔ اس نظم قرآنی نے بتلادیا کہ اللہ عز و جل نے اُن حضرات سے اپنی رضامندی کا اعلان اسی لیے فرمایا ہے کہ اُسے معلوم تھا کہ میرے محبوب کے یہ غلام اپنی محبت میں سچے ہیں، یہ اسلام سے پھرنے والے نہیں ہیں۔

شیعہ حضرات اگر اس کے باوجود حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور

دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو مرتد کہیں تو وسیم رضوی کی طرح انھیں بھی اپنے ارتداد کا اعلان کر کے تیاگیوں کے گروہ میں داخل ہو جانا چاہیے۔

ثالث اس لیے کہ اللہ رب العزت نے فرمایا:

إِنَّ الدِّينَ يُبَايِعُكَ إِنْ مَّا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ، فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَى نَفْسِهِ، وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ اللَّهُ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا. [سورہ فتح، آیت نمبر: ۱۰]

ترجمہ: بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ہے ان کے ہاتھوں پر، سو جس نے یہ بیعت توڑی تو اُس کا وبال صرف اُس پر ہوگا اور جس نے اللہ سے کیا ہوا عہد پورا کیا تو عن قریب اللہ اُسے بہت اجر دے گا۔ [ترجمہ تیان القرآن]

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کی بڑی زبردست فضیلت بیان فرمائی ہے۔ صاف فرما دیا کہ اے محبوب! جو لوگ آپ کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر بیعت کر رہے ہیں وہ حقیقت میں مجھ سے بیعت کر رہے ہیں اور اُن کے ہاتھوں پر آپ کا نہیں؛ بلکہ میرا ہاتھ ہے۔ چوں کہ یہ حضرات تادم حیات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کیے گئے اپنے عہد و پیمان پر قائم رہے؛ لہذا اجرِ عظیم کے حق دار ٹھہرے۔

دنیا بھر کے غالی شیعوں کو چیلنج ہے کہ وہ یہ ثابت کریں کہ اُن حضرات نے بیعت توڑ دی تھی۔ دن کے اُجالے میں چمکتے سورج کے وجود سے بھی زیادہ ہمیں یقین ہے کہ یہ بد بخت کبھی بھی ثابت نہیں کر سکیں گے۔

اگر بالفرض ان کا بیعت توڑنا ثابت بھی ہو جائے تب بھی لعنت بھیجنے، گالیاں

دینے اور تبرا کرنے کا کیا جواز ہے؟ اللہ عزوجل نے تو بالکل واضح طور پر یہ اعلان فرمایا ہے کہ جو بیعت توڑے گا اُس کا وبال اُسی پر ہوگا، نہ خود اُس نے لعنت بھیجی نہ ہی براءت کا اعلان کیا تو ان شیعوں کو لعنت بھیجنے اور تبرا کرنے کا حق کیسے حاصل ہو گیا؟

رباعاً اس وجہ سے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبَ بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ إِلَيْكُمْ أَحْدُكُمْ إِنَّ يَأْكُلُ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْمَنًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ۔

[سورہ حجرات، آیت نمبر: ۱۲]

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہیں اور نہ تجسس (کسی کے متعلق جاسوسی) کرو، اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو۔ کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ سو تم اس کو ناپسند کرو گے، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ [ترجمہ تبیان القرآن]

اس آیت مبارکہ میں ہمیں عام مسلمانوں کے بارے میں بدگمانی کرنے، انھیں برے ناموں سے پکارنے اور اُن کی غیبت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ جب عام مومن کی غیبت کرنا ناجائز ٹھہرا تو اُن نفوسِ قدسیہ کی غیبت اور عیب جوئی کیسے جائز ہو سکتی ہے جن کی تربیت معلّم کا نجات محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی؟

رافضی حضرات اگر اس آیت کریمہ پر ایمان رکھتے ہیں تو انھیں اپنی تبرابازی سے فوراً توبہ کرنی چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ جب عام مسلمانوں کی عزت و حرمت کا پاس و لحاظ نہ رکھنا رب تعالیٰ کو ناراض کر دیتا ہے تو جن کی عظمت و شان کے قصیدے خود قرآن نے

پڑھے ہیں اور جن کی قربانی و جانبازی کی گواہی سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہے، اُن کی شانِ اقدس کو گھٹانے کی کوشش کرنا اور انھیں سب و شتم کر کے اُن کی عزت و حرمت کو پامال کرنے کی سعی کرنا خالق کائنات اللہ عز و جل کو کس قدر غضب ناک کرنے والا ہوگا۔ اِنَّ بَطْلَانَ رَبِّكَ لَمَشِيدٌ۔ (بے شک تیرے رب کی پکڑ ضرور سخت ہے) اللہ سمجھ دے۔

خامساً اس وجہ سے کہ قرآن مقدس میں ہے:

وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا، فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ۔ [سورہ شوریٰ، آیت نمبر: ۴۰]

ترجمہ: اور برائی کا بدلہ اُسی کی مثل برائی ہے، پس جس نے معاف کر دیا اور اصلاح کر لی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہے، بے شک وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔

[ترجمہ تبيان القرآن]

اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے مظلوم کو اپنے اوپر کیے گئے ظلم کا بدلہ لینے کی اجازت تو دی ہے، مگر اس پابندی کے ساتھ کہ وہ بدلہ لینے میں حد سے آگے نہ بڑھے، تاہم ظالم کو معاف کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے یہ بھی فرمایا ہے کہ معاف کرنے والے کا اجر و ثواب اللہ کے ذمہ کرم پر ہے۔ یعنی معاف کرنے کو بدلہ لینے سے بہتر قرار دیا ہے۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی مولا لے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم اور دیگر اہل بیت اطہار علیٰ جدہم وعلیہم الصلاۃ والسلام، کامل طور پر رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ پر عمل کرنے والے تھے، بھلائی کا حکم دینے، برائی سے منع کرنے، بدلہ نہ لینے اور چشم پوشی اختیار کرنے میں مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کا عکس جمیل تھے۔ اگر بفرض باطل بعض صحابہ کرام نے اُن حضرات کے ساتھ کوئی ناروا سلوک کیا ہو گا یا اُن کا

حق غصب کر لیا ہو گا تب بھی اُن کے بارے میں یہی حسن ظن رکھنا واجب ہے کہ انھوں نے اُن کو معاف کر دیا ہو گا۔ اُن پاک باز ہستیوں کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ انھوں نے عفو و درگزر کے معاملے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پاک پر عمل نہیں کیا؟

جب انھوں نے معاف کر دیا اور بدلہ نہیں لیا تو شیعوں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اہل بیت اطہار پر کیے گئے ظلم کا بدلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر تبرا بازی کے ذریعے لیں اور بلا وجہ ”مدعی ست، گواہ چست“ کا مصداق بننے کی ناپاک کوشش کریں؟

## ایک چالاکی کا جواب:

بعض شیعہ یہ کہتے ہیں کہ اہل بیت کرام اور ائمہ معصومین نے اگرچہ بدلہ نہیں لیا تھا؛ مگر چوں کہ انھوں نے ظلم کرنے والے صحابہ پر لعنت بھیجی تھی اور انھیں برا کہا تھا تو ہم بھی اُن کی تقلید میں اُن پر لعنت بھیجتے اور انھیں برا کہتے ہیں۔

اُن کا یہ دعویٰ باطل محض ہے، کوئی بھی شیعہ کسی بھی امام، کسی معتبر کتاب میں کا کوئی ایسا قول نہیں دکھا سکتا جس میں اُس نے کسی صحابی رسول پر لعنت بھیجی ہو یا انھیں سب و شتم کرنے کا حکم دیا ہو۔ **ہاتو برہانکم ان کنتم صادقین**۔ جب اُن نفوس قدسیہ نے اپنے نانا جان کے اصحاب کے بارے میں کوئی نازیبا بات نہیں کہی تو یہ احمق اُن پر تبرا کر کے کیوں اپنی عاقبت تباہ کر رہے ہیں؟

اُن پاک باز ہستیوں کی ذات سے بہت بعید ہے کہ صحابہ کرام پر لعنت بھیجیں، جب حضور رحمت عالم اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سخت ترین دشمنوں پر بھی لعنت نہیں بھیجی؛ بلکہ انھیں دعاؤں سے نوازا تو اُن کی آلِ پاک کے بارے میں ایسا خیال کیسے کیا جاسکتا ہے؟ کیا یہ بد بخت یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اہل بیت اطہار نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم و



تر بیت اور اپنے خاندانی جاہ و جلال کی مطلق پرواہ نہ کی اور لگے صحابہ کرام کو گالی دینے اور اُن پر لعنت بھیجنے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

سادساً اس لیے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَآتِ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلَى مَا قَدَّمُوا۔

[الصحيح للامام البخاری، رقم الحديث: ۱۳۰۶]

ترجمہ: مردوں کو گالی مت دو؛ کیوں کہ اُنھوں نے جو کچھ بھی کیا تھا، اُس تک پہنچ گئے (یعنی اُنھیں اُن کے کیے کی سزا مل گئی)۔

یہ روایت فریقین کے یہاں مسلم ہے۔ جب ہماری شریعت میں عام مردوں کو بھی گالی دینے کی اجازت نہیں دی گئی اور اُنھیں بُرا کہنا اچھائی میں شمار نہیں کیا گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو برا کہنا کیسے صحیح و درست اور اُن پر تبرا کرنا کیوں کر کارِ خیر اور عبادت میں شمار ہو سکتا ہے؟

اختصار کے پیش نظر صرف چھ وجوہ پراکتفا کیا گیا ہے؛ ورنہ ایسی درجنوں علتیں ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر سب و شتم اور لعن و طعن کو ناجائز و حرام قرار دے رہی ہیں۔

اب اُن کا وہ عقیدہ بیان کیا جا رہا ہے جس کے تعفن (بدبو) سے شاید ہی کوئی رافضی محفوظ ہو؛ بلکہ یہ اُن کے اُن عقائد میں سے ہے جن پر اُن ظالموں کے باطل و مردود مذہب کی بنیاد قائم ہے۔

**اہلِ رُفص کی گھناؤنی گستاخیاں:**

تقریباً سبھی رافضی اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ بلا فصل ہیں۔ آپ سے پہلے کے تینوں خلفاء، (حضرت

ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا حق خلافت غصب کرنے کے سبب ظالم ہیں، نہ ہی اُن کی کوئی حیثیت ہے اور نہ ہی اُن کے لیے کسی قسم کی کوئی فضیلت ثابت ہے۔

اسی لیے رافضی ذاکرین خلفائے ثلاثہ کی شان میں بدزبانی کرتے رہتے ہیں، عوامی جلسوں میں تو صرف تبرا پر اکتفا کرتے ہیں؛ مگر مخصوص محفلوں میں اور اپنی کتابوں میں اُنھیں اپنے گندے منہ سے انتہائی بھدی گالیاں دیتے ہیں، اُنھیں فاسق و فاجر، کافرو بے دین اور نہ جانے کیا کہتے ہیں۔

رافضیوں سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے والے اور اُن کے گن گانے والے سجادہ نشینوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے، ذیل میں اُن کی گستاخیوں کے چند نمونے پیش کیے جا رہے ہیں۔

ان کے مولوی ”ملا باقر مجلسی“ صاحب اپنی بدنام زمانہ کتاب ”حق الیقین“ میں لکھتے ہیں:

(۱) ”وا از حضرت امام جعفر علیہ السلام منقول است کہ جہنم را ہفت دراست۔ از یک در فرعون و ہامان و قارون کہ کنایہ از ابوبکر و عمر و عثمان است داخل می شوند و از یک در دیگر بنو امیہ داخل شوند کہ مخصوص ایشان است“۔ [حق الیقین، ص: ۵۰۰۔ بحوالہ شرح مسلم للسیدی، ج: ۶، ص: ۱۲۹]

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جہنم کے سات دروازے ہیں۔ ایک دروازے سے فرعون، ہامان اور قارون داخل ہوں گے۔ ان تینوں سے مراد ”ابوبکر، عمر اور عثمان“ ہیں۔ اور دوسرے دروازے سے بنو امیہ داخل ہوں گے جو کہ انھیں کے ساتھ مخصوص ہے۔

(۲) ”واعتقاد مادر براءت آں است کہ بیزاری جویند از بت ہائے چہارگانہ، یعنی ابو بکر و عمر و عثمان و معاویہ و زنان چہارگانہ یعنی عائشہ، حفصہ و ہند و ام الحکم و از جمیع اشیاء و اتباع ایشان و آں کہ ایشان بدترین خلق خدا اند و آں کہ تمام نمی شود اقرار بخدا و رسول و ائمہ مگر بے زاری از دشمنان ایشان“۔ [حق الیقین، ص: ۵۱۹]

ترجمہ: براءت میں ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ ہم ان چاروں بتوں سے بیزاری طلب کرتے ہیں، یعنی ابو بکر، عمر، عثمان اور معاویہ سے۔ اور ہم چاروں عورتوں سے بھی بیزاری ظاہر کرتے ہیں، یعنی عائشہ، حفصہ، ہند اور ام الحکم سے۔ نیز ہم ان سے اعتقاد رکھنے والوں اور ان کی پیروی کرنے والوں سے بھی اپنی براءت کا اعلان کرتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کی مخلوق میں سب سے بدتر ہیں۔ اللہ و رسول اور ائمہ سے کیا ہوا عہد اُس وقت تک پورا نہیں ہوگا جب تک کہ ان کے دشمنوں سے بیزاری کا اعلان نہ کیا جائے۔

یہی باقر مجلسی صاحب چند سطروں کے بعد اپنے ناپاک منہ سے غلاظت نکالتے ہوئے یوں لکھتے ہیں:

(۳) در تقریب المعارف روایت کردہ کہ آزاد کردہ حضرت علی بن حسین علیہ السلام از آں حضرت پرسید کہ مرا بر تو حق خدمتی هست، مرا خبر دہ از حالی ابو بکر و عمر۔ حضرت فرمود ہر دو کافر بودند و ہر کہ ایشان را دوست دارد کافر است۔ [حق الیقین، ص: ۵۲۲]

ترجمہ: تقریب المعارف میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت علی بن حسین علیہ السلام (یعنی امام زین العابدین) سے اُن کے آزاد کردہ غلام نے پوچھا: میں نے آپ کی خدمت کی ہے؛ لہذا میرا آپ پر یہ حق بنتا ہے کہ آپ مجھے ابو بکر و عمر کے بارے میں بتائیں! آپ نے جواب دیا کہ یہ دونوں کافر ہیں اور جو بھی انھیں دوست رکھے وہ بھی کافر ہے۔

یقین مانیے! دل پر پتھر رکھ کر، انتہائی کرب کے عالم میں ان تینوں عبارتوں کو نقل

کیا ہے۔ صد ہزار بار افسوس! کہ انسان بغض و حسد میں اس قدر اندھا ہو جاتا ہے کہ اُسے دن کے واضح اُجالے میں بھی کچھ سمجھائی نہیں دیتا اور صاف لفظوں میں آفتاب نصف النہار کا انکار کر بیٹھتا ہے۔ جو نفوسِ قدسیہ سالہا سال تک آقاؐ کے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبتِ بافیض میں رہیں، جن کی تربیت خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی، جن کی عظمت و شان میں قرآن مجید کی آیتیں نازل ہوئیں، جن کے فضائل و مناقب بارہا خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائے، جن کے بے مثال کارناموں نے چار دانگِ عالم میں اسلام کی دھوم مچا دی اور جن کی بے لوٹ قربانیوں سے خوش ہو کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک (یعنی حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ) کے نکاح میں اپنی یکے بعد دیگرے دو بیٹیاں عطا فرمائیں اور حضرت سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما کی بیٹیوں کو شرفِ زوجیت سے مشرف فرمایا۔

غور فرمائیے! کتنے بد بخت ہیں وہ لوگ جو روایتیں گھڑ کر، اُنھیں ائمہ اہل بیت اطہار کی جانب منسوب کر کے ان پاک باز بستیوں کو دوزخی، کافر اور خدا کی بدترین مخلوق کہہ رہے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ اُن کے نزدیک وہ لوگ بھی کافر ہیں جو ان حضرات سے حسن اعتقاد رکھیں یا انھیں مسلمان جانیں۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اتناسب کچھ کہنے کے بعد بھی ”حق الیقین“ کے مؤلف کے کیچے کی آگ ٹھنڈی نہ ہوئی؛ لہذا اپنی دریدہ دہنی، شقاوتِ قلبی، خبثِ باطنی اور حضراتِ شیعینِ کریمین رضی اللہ عنہما سے اپنی عداوت کا اظہار کرتے ہوئے یوں بکواس کرتے ہیں:

(۴) ”وہر دور از قبر پیروں آوردند پس ہر دور ابا بدن تازہ بدر آورد و ہماں صورت کہ داشتہ اند، پس بفرماید کہ کفن ہار ایشان بدر آوردند و بکشایند و ایشان را بخلق کشند (الی قولہ) و ایشان را بقدرتِ الہی زندہ گرداند و امر فرماید خلایق را کہ جمع شوند پس ہر ظلمے و کفرے کہ از

اولیٰ عالم تا آخر شدہ گناہش را برابر ایشان لازم آورد (الیٰ قولہ) و ایشان اعتراف کنند؛ زیرا کہ اگر در روز اول غصب حق خلیفہ بر حق نمی کردند نہ مہمانی شد۔ پس ایشان را بفرماید کہ از درخت برکشند و آتشے بفرماید کہ از زمین بیروں آید و ایشان را بسوزاند با درخت و بادے را امر فرماید کہ خاستر آنہا را بدریا با پاشد“۔ [حق الیقین ص ۳۶۱-۳۶۲]

ترجمہ: امام مہدی ہر دو (ابو بکر و عمر) کو قبر سے باہر نکالیں گے۔ وہ اپنی اُسی صورت پر تر و تازہ بدن کے ساتھ باہر نکالے جائیں گے، پھر فرمائیں گے کہ ان کا کفن اتارو! ان کا کفن حلق سے اتارا جائے گا۔ اُن کو اللہ کی قدرت سے زندہ کریں گے اور تمام مخلوق کو جمع کرنے کا حکم دیں گے۔ پھر ابتداے عالم سے لے کر اخیر عالم تک جتنے ظلم اور کفر ہوئے ہیں اُن سب کا گناہ ابو بکر و عمر پر لازم کریں گے اور وہ اس کا اعتراف کریں گے کہ اگر وہ پہلے دن خلیفہ برحق کا حق غصب نہ کرتے تو یہ گناہ نہ ہوتے۔ پھر اُن کو درخت پر چڑھانے کا حکم دیں گے اور آگ کو حکم دیں گے کہ زمین سے باہر آئے اور اُن کو درخت کے ساتھ جلا دے اور ہوا کو حکم دیں گے کہ اُن کی راکھ کو اڑا کر دریاؤں میں گرا دے۔ **لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔**

یہی جناب یہودیوں کی غلامی کا حق ادا کرتے ہوئے اپنی دوسری کتاب ”حیاۃ القلوب“ میں لکھتے ہیں:

اے عزیز! آیا بعد ازیں حدیث کہ ہمہ عامہ روایت کردہ اند عاقل را مجال آں ہست کہ شک نماید در کفر عمر ملعون و کفر کسے کہ عمر لعین را مسلمان داند۔ [حیات القلوب، ج: ۴، ص: ۶۸۰]

ترجمہ: اے عزیز! کیا اس حدیث کے بعد بھی کہ جسے تمام (رافضی) لوگوں نے روایت کیا ہے کسی عقل مند کے لیے گنجائش باقی ہے کہ وہ عمر ملعون کے کفر میں شک کرے

اور اس کے کفر میں شبہ ظاہر کرے جو عمر ملعون کو مسلمان جانے۔ معاذ اللہ۔

اللہ ربُّ العزت کی بے شمار لعنت ہو اُن بد بختوں پر جنہوں نے ایسی گستاخانہ عبارتیں گھڑیں اور اپنی اپنی کتابوں میں درج کیں اور اُن پر بھی لاتعداد پھٹ کار برسے، جنہوں نے ایسی من گھڑت روایتوں کو قبول کیا یا برضا و رغبت انھیں نشر کرنے میں کسی قسم کا تعاون کیا۔

ان مغلفات (گالیوں اور گستاخیوں) کے جواب میں اگر اہل سنت کی کُتب سے حوالہ جات پیش کیے جائیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ان تینوں خلفاء کے فضائل و مناقب صحاحِ ستہ کی روشنی میں بیان کیے جائیں تو اہل تشیع ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ اور جن کے دلوں پر کفر کی مہر لگ چکی ہے، ہم انھیں قبول کروا، بھی نہیں سکتے؛ البتہ ہم یہ چاہتے ہیں جو لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں اُن کی آنکھیں کھلیں، دل بیدار ہوں اور وہ حضرات دلائل و شواہد کی روشنی میں کھلے دل سے، صحابہ کرام بالخصوص حضراتِ خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی عظمتوں کا اعتراف کریں۔

اس لیے اہل تشیع کی معتبر و مستند کتابوں سے حضراتِ شیخینِ کریمین اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے فضائل و مناقب بیان کرنا زیادہ مؤثر ثابت ہوگا؛ کیوں کہ ”الْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ“ حقیقی فضل و کمال تو وہ ہے کہ دشمن بھی جس کی گواہی دینے پر مجبور ہو جائیں۔

## علمائے روافض سے چند سوالات:

لیکن شیعہ کتابوں سے ان حضرات کے فضائل و مناقب بیان کرنے سے پہلے ہم رافضی علماء سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ

(۱) اگر بقولِ شما خلفائے ثلاثہ حضرت علی کا حق خلافت غصب کر کے کفر و ارتداد کا

شکار ہو گئے تھے، تو یہ بتائیے کہ علام الغیوب اللہ رب العزت کو پہلے سے اس کا علم تھا یا نہیں۔ دوسری شق باطل ہے؛ کیوں کہ آپ اپنے خالق و مالک کو جاہل کہنے کی جسارت نہیں کر سکتے، ورنہ آپ کی قوم آپ کی درگت بنا دے گی۔ اور اگر آپ کہیں کہ یقیناً اُسے علم تھا۔ تو ہم کہیں گے کہ پھر اُس نے ان تینوں کی تعریف و توصیف میں آیتیں کیوں نازل فرمائیں، ان کے ایمان کو کیوں معیار قرار دیا اور انھیں ”رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ“ کی بشارت سے کیوں سرفراز فرمایا؟ اُس نے ان کی قلعی کیوں نہ کھولی اور صاف طور پر ان کے کفر و ارتداد کا اعلان کیوں نہ کیا؟ بے کوئی جواب؟ ہو تو دیجیے!

(۲) اچھا! یہ بتائیے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے تینوں خلفاء کے کافر و مرتد ہو جانے کا علم تھا یا نہیں۔ آپ دوسری شق اختیار نہیں کر سکتے؛ کیوں کہ ہماری طرح آپ بھی آقاے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کے اقراری ہیں؛ لہذا آپ، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کی جانب جہل منسوب کرنے کی جسارت نہیں کر سکتے۔ آپ کو اعتراف کرنا ہوگا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کہ یہ تینوں میرے علی کا حق خلافت غصب کر کے کفر کرنے والے ہیں۔

اب آپ ہمیں یہ بتائیے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سب کچھ جانتے ہوئے تینوں کی تعریف و توصیف کیوں فرمائی؟ ہر معاملے میں انھیں پیش پیش کیوں رکھا؟ تمام اہم امور میں اُن سے مشورے کیوں لیے؟ مرض و فوات میں حضرت علی کے ہوتے ہوئے صدیق اکبر کو اپنے مصلّٰے امامت پر کیوں کھڑا کیا؟ وہ بھی ایک بار نہیں، کئی بار؟ یا تو وہابیوں کی طرح یہ کہیے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہ تھا، معاذ اللہ رب العالمین۔ یا یہ بکواس کیجیے کہ

”حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ابو بکر کو مسلمانوں کا امام بنا کر اور عمرو عثمان کی

تعریف و توصیف کر کے بہت بُرا کیا“

بولیے! کیوں نہیں بولتے! زبان کیوں خاموش ہے؟ تم لوگوں نے لکھا کہ

”جو ابو بکر و عمر سے محبت کرے وہ کافر ہے“

تم نے یہ بھی نہ سوچا کہ خود آقاے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، بلکہ خود مولاے کائنات علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اُن سے محبت کی ہے۔ کیا تم میں ہے جرأت؟ کہ تم انھیں بھی۔۔۔ کہو! کہہ بھی دو تو کیا تعجب! پاگل کتا کسی کو بھی کاٹ سکتا ہے۔ اس لیے ہوش کے ناخن لیجیے اور عقل کا صحیح استعمال کیجیے! کیوں کہ تمہارے اِن فتوؤں کی زد میں ذاتِ باری تعالیٰ بھی آئے گی اور ذاتِ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی۔

(۳) تمہیں تو پتہ چل گیا کہ مولا علی کا حق خلافت غصب کر کے وہ تینوں کافر ہو گئے تھے، وہ بھی ایسے کافر کہ جو انھیں کافر اور جہنمی نہ مانے اور جو اُن سے براءت کا اعلان نہ کرے وہ بھی کافر ہے۔

اب ذرا یہ بتلائیے کہ خود حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اُن کے کفر و ارتداد کا علم تھا کہ نہیں۔ آپ دوسری صورت اختیار کر کے مولا علی شیر خدا کو ”جاہل“ کہنے کی ہمت نہیں کر سکتے؛ کیوں کہ اگر آپ نے ”باب مدینۃ العلم“ کی جانب جہل (نادانی، جہالت) کو منسوب کرنے کی کوشش کی تو جناب والا آپ ہی کی قوم آپ کے سروں پر اتنے جوتے برسائے گی کہ آپ کی نسلیں بھی گنجنی رہیں گی۔

لامحالہ آپ کو یہ کہنا پڑے گا کہ مولا علی سب کچھ جانتے تھے۔

اب میرا سوال یہ ہے کہ

کیا مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم پچیس سالوں تک اپنا حق خلافت غصب کرنے والے کافروں سے اُلفت و محبت کا معاملہ کرتے رہے، اُن کی اقتدا میں



نمازیں ادا کرتے رہے، دینی و سیاسی معاملات میں انھیں اپنے گراں قدر مشوروں سے نوازتے رہے؟ کبھی بھی اُن کے خلاف زبان نہ کھولی، کسی بھی موقع پر اُن کی تردید نہ کی، بلکہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے اپنی لختِ جگر حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح کیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حفاظت کے لیے اپنے دونوں بیٹوں امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ان کے دروازہ پر کھڑا کیا؛ بلکہ حضرت عثمان غنی کی شہادت کے بعد جب آپ خلیفہ المسلمین بنے تب بھی آپ، تینوں حضرات کی تعریف میں رطب اللسان رہے اور تادمِ شہادت اُن کی تعریف کرتے اور انھیں یاد کرتے رہے، یقین نہ آئے تو سچ البلاغہ اٹھا کر دیکھ لیجیے، جس پر آپ قرآنِ کریم کے بعد سب سے زیادہ اعتبار کرتے ہیں۔

آپ یہ مت کہیے گا کہ مولا علی نے یہ سب کچھ بطورِ تقیہ کیا تھا؛ کیوں کہ یہ وہی کہہ سکتا ہے جو مولا علی کو بزدل مانتا ہو۔ اگر ہمت ہے تو اُن کی بزدلی کا اعلان کر دیے۔ انھیں سب سے بڑا بہادر بھی مانتے ہو اور سب سے بڑا تقیہ باز بھی کہتے ہو۔ معاذ اللہ۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

جب کہ اُن کے شہِ زادے حضرت سیدنا امام حسین علیٰ جدہ و علیہ الصلاۃ والسلام نے میدانِ کربلا میں اپنے جگر پاروں کو ذبح ہوتے ہوئے دیکھنا تو گوارا کر لیا؛ بلکہ خود اپنا سرِ اقدس قلم کروانا تو برداشت کر لیا، مگر تقیہ کر کے یزیدِ پلید کے ناپاک ہاتھوں میں اپنا دستِ مبارک دے کر اُس کی بیعت تسلیم نہیں کی، تو اُن کی ایسی شان دار و بے نظیر تربیت کرنے والے اُن کے والدِ بزرگوار حضرت مولا علی شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ایسا تصور کیسے کیا جاسکتا ہے؟

خلفائے ثلاثہ پر تبرا کرنے والے بد بخت کیا یہ بتا سکتے ہیں کہ جس حیدرِ کرّار و مشکل

کشانے پچیس سالوں تک تقیہ کیا اور کڑھنے کے باوجود، بادلِ ناخواستہ حضراتِ خلفائے ثلاثہ کی اقتداء میں نماز جیسی اہم ترین عبادت ادا کی، اُن کے نورِ نظر شہیدِ کربلا حضرت سرکارِ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بطورِ تقیہ ایک لمحے کے لیے بھی یزیدِ خبیث کی امامت و قیادت کیوں تسلیم نہیں کی؟

بعض روافض یہ کہہ کر پلہ جھاڑنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ:

”چوں کہ یہ خلافت فقط سیاسی تھی، اس کی کوئی خاص اہمیت نہ تھی، اسی لیے مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اس کی جانب توجہ دی نہ ہی اس کے حصول کے لیے کسی طرح کی کوئی کوشش کی۔“

ایسے ناہنجاروں سے صرف اتنا کہنا ہے کہ مختار کائنات، فخرِ موجودات، سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت و جانشینی ایسی ہی بے وقعت تھی تو حضور مولا اے کائناتِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس خلافت کے تحفظ کے لیے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کی تھی اور کس خلافت کی بقا کے لیے جانبین سے بے تحاشا خون ریزی ہوئی تھی؟

اس لیے مولا علی رضی اللہ عنہ کو صحیح معنوں میں ہم اہل سنت ہی مانتے ہیں، ہم ہی انھیں

”فاتحِ خیبر، شاہِ مرداں، شیرِ یزداں اور قوتِ پروردگار“

سمجھتے ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ نے خلفائے ثلاثہ کی عظمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے، برضا و رغبت اُن کے ہاتھوں پر بیعت کی تھی۔ یہ بیعت کسی خوف اور تقیہ کی وجہ سے نہ تھی۔

اگر آپ ہی وصی رسول اور خلیفہ بلا فصل ہوتے تو آپ اپنا حق خلافت ترک نہ فرماتے، آپ ہرگز کسی بھی معاملے میں کبھی بھی خلفائے ثلاثہ کا تعاون نہ کرتے اور نہ ہی اُن کی اقتداء میں نماز ادا کرتے؛ بلکہ آپ اُن کے خلاف علمِ جہاد بلند فرماتے، جس طرح آپ

نے خلافت کے مسئلے میں امیر شام صحابی رسول حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے خون ریز جنگ کی تھی، جس کے نتیجے میں، خیر القرون کے ہزاروں مسلمان شہید ہو گئے اور جس طرح آپ کے شہزادے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کے خلاف علم جہاد بلند فرمایا تھا؛ کیوں کہ نہ حضرت معاویہ خلافت کے حق دار تھے اور نہ یزید پلید اُس کا اہل تھا۔

نادانو! جب تم ہم سنیوں کی اقتدا میں نماز پڑھنا گوارا نہیں کرتے؛ کیوں کہ ہم تمہارے نزدیک کافر ہیں، تو حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں چھچھو ندر جیسے منہ سے یہ بکواس کیوں کرتے ہو کہ وہ پچیس سالوں تک کافروں کے پیچھے نماز ادا کرتے رہے۔ کیا تم اُن سے بڑے متقی ہو؟ یا تمہیں اُن سے زیادہ اپنی نمازوں کی فکر ہے؟ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ وہ سوالات ہیں جن کے تسلی بخش جوابات تم قیامت تک نہیں دے سکتے؛ لہذا خیریت اسی میں ہے کہ اس طرح کی بکواسات کو چھوڑ کر، سچے دل سے توبہ کرو اور حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرح، حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی بھی عظمت و شان کا اعتراف کرو؛ ورنہ خود مولائے کائنات کی شفاعت سے محروم رہو گے اور تمہارا وہ حشر ہوگا جس کا تم نے تصور بھی نہیں کیا ہوگا۔

اللہ عز وجل نے حضراتِ خلفائے ثلاثہ کو ایسے فضائل و کمالات سے سرفراز فرمایا ہے کہ ہم تو خیر اہل سنت ہیں، جملہ صحابہ کرام اور کُل اہل بیت اطہار سے ہمارا قلبی تعلق ہے، بعض اہل تشیع بھی اُن کی عظمت و رفعت کا اعتراف کرتے ہیں۔ اگر ”الْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ“ (حقیقی فضل و کمال تو وہ ہے کہ دشمن بھی جس کا اعتراف کریں) کے جلوے دیکھنے ہوں تو درج ذیل گفتگو ملاحظہ فرمائیں!

## کُتُب شیعہ سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل کا ثبوت:

اللہ ربُّ العزت نے سورہ لیل میں ارشاد فرمایا:

(۱) **وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۝ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ۝ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ  
مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزَى ۝ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضَى ۝**  
[سورہ لیل، آیت نمبر: ۱۷ تا ۲۱]

ترجمہ: اور عن قریب اُس دوزخ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے کو دور رکھا جائے گا۔ جو اپنا مال اپنے باطن کو پاک کرنے کے لیے دیتا ہے۔ اور اُس پر کسی کا کوئی (دنیاوی) احسان نہیں، جس کا بدلہ دیا جائے۔ مگر اُس کا مال دینا صرف اپنے ربِّ اعلیٰ کی رضا جوئی کے لیے ہے۔ اور عن قریب اُس کا رب ضرور راضی ہوگا۔ [ترجمہ تبیان القرآن]

اس آیت کریمہ میں ”الْأَتْقَى“ (سب سے بڑے متقی) ہے مراد، حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں؛ کیوں کہ آگے کی آیات میں ”الْأَتْقَى“ کے جو اوصاف مذکور ہوئے ہیں، اُن کا مصداق صرف اور صرف حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں؛ لہذا ثابت ہوا کہ افضل المخلوق بعد الرسل حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں؛ کیوں کہ اللہ عز وجل نے فرمایا ہے:

**”إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ“**

[سورہ حجرات، آیت نمبر: ۱۳]

ترجمہ: بے شک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا ہے حد خبر رکھنے والا ہے۔ [ترجمہ تبیان القرآن]

چوں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے بڑے متقی ہیں؛ لہذا آپ ہی اللہ عز وجل کے نزدیک، حضرات انبیاء کرام و مرسلین عظام صلوٰات اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین کے بعد سب سے زیادہ عزت و کرامت والے ہیں۔

رہ گیا یہ دعویٰ کہ اس آیت کریمہ میں ”الأتقی“ کے مصداق، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہیں، تو اس کی دلیل یہ ہے کہ اس حقیقت کا اعتراف اہل سنت کے مفسرین کے علاوہ بعض انصاف پسند اہل تشیع نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ رافضی مفسر شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ”مجمع البیان فی تفسیر القرآن“ میں ”أتقی“ کے مصداق میں، بغیر رد و ابطال، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی بھی ذکر کیا ہے، گو کہ اُن کے نزدیک اسے عموم پر محمول کرنا اولیٰ ہے۔

وہ کہتے ہیں:

(وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى) هُوَ أَبُو الدُّحْدَاحِ (وَلَسَوْفَ يَرْضَى) إِذَا دَخَلَ الْجَنَّةَ، قَالَ: وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَمْزُ بِذَلِكَ الْحَيْشِ وَعُدُوْقَهُ دَابِيَّةٌ فَيَقُولُ: عُدُوْقٌ وَعُدُوْقٌ لِأَبِي الدُّحْدَاحِ فِي الْجَنَّةِ. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: إِنَّ الْآيَةَ تَرَكْتُ فِي أَبِي بَكْرٍ لِأَنَّهُ اشْتَرَى الْمَبَالِيكَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا مِثْلَ: بِلَالٍ وَعَامِرِ بْنِ فَهَيْرَةَ وَغَيْرِهِمَا وَاعْتَقَهُمْ. وَالْأَوَّلَى أَنْ تَكُونَ الْآيَةُ مَحْمُولَةً عَلَى عُمُومِهَا فِي كُلِّ مَنْ يُعْطَى حَقُّ اللَّهِ مِنْ مَالِهِ وَكُلِّ مَنْ يَمْنَعُ حَقَّهُ سُبْحَانَهُ.

[مجمع البیان فی تفسیر القرآن، ج: ۱۰، ص: ۲۹۰، مطبوعہ دار المرتضیٰ، بیروت]

ترجمہ: عن قریب دوزخ سے دور رکھا جائے گا وہ جو سب سے بڑا متقی ہے۔ اتقی سے مراد حضرت ابو الدحداح انصاری ہیں۔ اور عن قریب وہ راضی ہو جائے گا جب جنت میں داخل ہوگا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ابو الدحداح کے ایک ایسے مرجھائے ہوئے کھجور کے درخت کے قریب سے گزرتے، جس کے خوشے زمین سے قریب

تھے۔ تو فرماتے: یہ ابو الدحداح کے خوشے ہیں، جنت میں بھی اُس کے لیے کھجور کے خوشے ہوں گے۔ اور (حضرت) عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ یہ آیت کریمہ (حضرت) ابو بکر (صدیق) کی شان میں نازل ہوئی؛ کیوں کہ اُنھوں نے بلال اور عامر بن فہیرہ جیسے کئی غلاموں کو خرید کر آزاں کیا تھا۔ اور بہتر یہ ہے کہ اس کو عموم پر محمول کیا جائے، یعنی یہ کہ آیت کریمہ کا نزول ہر اُس شخص کے بارے میں مانا جائے جو اپنے مال سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حق ادا کرے اور جو اُس کا حق ادا کرنے سے غفلت برتے۔

اس شیعہ مفسر نے سورہ لیل کی مذکورہ آیات مبارکہ کو، برضا و رغبت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں تسلیم کیا اور اُن کو بھی ”التقی“ کا مصداق قرار دیتے ہوئے بلا تکلیف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کو نقل کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حق کی تصدیق کرنے والے، راہِ حق میں خرچ کرنے والے اور خدا کا سب سے زیادہ خوف رکھنے والے ہیں۔ شیخ طبرسی کا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کو برقرار رکھنا، اُن کے نزدیک اس کے بھی مقبول و محمود ہونے کی دلیل ہے۔

کہاں ہیں وہ لوگ جو حضرت صدیق اکبر کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ و صحابی تو درکنار، سرے سے مسلمان ہی نہیں مانتے؛ بلکہ اُنھیں مومن ماننے والوں کو بھی کافر کہتے ہیں؟ کیا وہ اپنے امین الاسلام شیخ طبرسی کو کافرو بے دین کہنے کی جسارت کر سکیں گے؟

رافضی کہتے ہیں کہ آیت کریمہ میں ”التقی“ سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں؛ لہذا، افضل المخلوق بعد الرسل حضرت علی ہی ہیں۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ آیت کریمہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان پر محمول کرنا درست نہیں ہے؛ اولاً اس لیے کہ خود رافضی مفسر شیخ طبرسی نے اس کے شانِ نزول کے بیان کے وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا نام نہیں لیا۔ ثانیاً یہ کہ یہاں رب تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے:

## ”وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى“

یعنی ”القی“ وہ ہے جس پر کسی کا دنیاوی احسان نہ ہو کہ جس کا بدلہ دیا جاتا ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تو آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے دنیاوی احسان تھے، مثلاً: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں اُن کے والد ابو طالب سے لے کر، بیٹے کی طرح پرورش کی اور اُن کے قیام و طعام کا مکمل انتظام فرمایا، جس کی جزا دینا اُن پر واجب تھا۔ اور جہاں تک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق ہے تو اُن پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی دنیاوی احسان نہیں تھا؛ بلکہ خود حضرت ابو بکر صدیق، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر خرچ کیا کرتے تھے، ہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت صدیق اکبر پر بے شمار دینی احسانات ہیں، مثلاً آپ نے انھیں ہدایت دی اور دین کے اسرار و معارف سکھایے۔ اور ان احسانات کا بدلہ کوئی امتی نہیں دے سکتا۔

اس گفتگو سے واضح ہو گیا کہ اس آیت کریمہ میں مذکور ”القی“ کے صحیح مصداق صرف حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہیں؛ کیوں کہ ”القی“ کے جتنے بھی مصداق بیان کیے گئے ہیں، اُن میں سوائے سیدنا صدیق اکبر کے کوئی بھی ایسا نہیں ہے، جس پر کسی کا دنیاوی احسان نہ ہو۔ لہذا آیت مذکورہ کو عموم پر محمول کرنا صحیح نہیں، جس طرح اسے حضرت ابوالدہ حداد اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں ماننا درست نہیں۔

(۲) اللہ رب العزت نے سورہ زمر میں ارشاد فرمایا:

وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَذَلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ۝

[سورہ زمر، آیت نمبر ۳۴-۳۳]

ترجمہ: اور جو سچے دین کو لے کر آئے اور جنہوں نے اس کی تصدیق کی وہی لوگ

متقی ہیں۔ اُن کے لیے اُن کے رب کے پاس ہر وہ نعمت ہے جس کو وہ چاہیں اور یہی نیکی کرنے والوں کی جزا ہے۔ [ترجمہ تیان القرآن]

اس آیت مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے صدق کو لانے والے اور اُس کی تصدیق کرنے والے کو ”پرہیزگار، نیکو کار اور آخرت میں حسبِ خواہش جزا“ پانے والا قرار دیا ہے؛ لیکن ”والذی جاء بالصدق“ اور ”وَصِدْقٌ بِهِ“ یعنی ”سچے دین کو لانے والے“ اور اُس کی تصدیق کرنے والے سے مراد کون لوگ ہیں؟ اس سلسلے میں مفسرین کرام کے متعدد اقوال ملتے ہیں۔ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری علیہ الرحمہ نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر ”جامع البیان فی تفسیر القرآن“ (تفسیر طبری) میں اُن تمام اقوال کو جمع فرمایا ہے۔ وہ اقوال مندرجہ ذیل ہیں:

- (۱) حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: صدق سے مراد ”لا الہ الا اللہ“ اور ”اُسے لانے“ اور ”اُس کی تصدیق کرنے والے“ سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں؛ کیوں کہ سب سے پہلے آپ ہی نے اس کلمے کو پڑھا اور سچے دل سے اس کی تصدیق کی۔
- (۲) حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: سچے دین کو لانے والے سے مراد حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اُس کی تصدیق کرنے والے سے مراد، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

- (۳) حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”صدق“ سے مراد، قرآنِ مقدس ہے اور ”اُس کی تصدیق کرنے والے“ سے مراد، تمام مومنین ہیں۔

- (۴) امام مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ”صدق“ سے مراد، قرآنِ کریم ہے اور ”اُس کی تصدیق کرنے والے“ سے مراد، اہل قرآن (یعنی قرآنِ پاک سے محبت کرنے والے اور اُس پر عمل کرنے والے) ہیں۔



(۵) امامِ سنی نے فرمایا: ”صدق“ سے مراد قرآن مجید ہے، اُس کو لانے والے حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام ہیں اور اُس کی تصدیق کرنے والے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ [جامع البیان فی تفسیر القرآن، ج: ۲۴، ص: ۵۰-۶۰، دار الفکر، بیروت]

اہل سنت کے جملہ مفسرین کے نزدیک ان تمام اقوال میں دوسرا قول راجح و مختار ہے۔ یعنی اہل سنت کے اربابِ حل و عقد نے حضرت علی مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو ترجیح دی ہے۔ یعنی یہ کہ ”والذی جاء بالصدق“ سے مراد، حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور ”وصدق به“ سے مراد، حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

رافضی مفسر شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

(وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ) أُخْتَلِفَ فِي الْمَعْنَى بِهِ، فَقِيلَ: الَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ مُحَمَّدٌ ﷺ جَاءَ بِالْقُرْآنِ وَصَدَّقَ بِهِ الْمُؤْمِنُونَ فَهُوَ حُجَّتُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، عَنِ ابْنِ زَيْدٍ وَ قَتَادَةَ وَ مُقَاتِلٍ، وَاحْتَجُّوا بِقَوْلِهِ: (أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ)

ترجمہ: (وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ) سے کون لوگ مراد ہیں، اس سلسلے میں مختلف اقوال ہیں:

(۱) ایک قول یہ ہے کہ صدق یعنی دین اسلام لانے والے سے مراد حضرت سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو کہ قرآن مقدس لائے اور اُس کی تصدیق کرنے والے سے مراد، تمام مومنین ہیں۔ لہذا قرآن مجید اُن کے لیے دنیا اور آخرت میں حجت ہے۔ یہ قول، ابن زید، قتادہ اور مقاتل سے مروی ہے۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان (أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ) سے استدلال کیا ہے۔

وَقِيلَ: الَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَهُوَ الْقُرْآنُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَصَدَّقَ بِهِ مُحَمَّدٌ تَلْقَاءُ بِالْقَبُولِ عَنِ الشَّيْخِ.

(۲) ترجمہ: دوسرا قول یہ ہے کہ صدق سے مراد قرآن پاک ہے اور صدق لانے والے سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں اور اُس کی تصدیق کرنے والے سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں کہ اُنھوں نے قرآن پاک کو قبول کر کے اُس کی تصدیق کی۔ یہ قول امام سدی سے منقول ہے۔

وَقِيلَ: الَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَهُوَ قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ هُوَ مُحَمَّدٌ وَصَدَّقَ بِهِ هُوَ أَيْضًا وَبَلَّغَهُ إِلَى الْخَلْقِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: وَلَوْ كَانَ الْمُبْصِرُ بِهِ غَيْرُهُ لَقَالَ: وَالَّذِي صَدَّقَ بِهِ وَهَذَا أَقْوَى الْأَقْوَالِ.

(۳) ترجمہ: تیسرا قول یہ ہے کہ صدق سے مراد کلمہ پاک ہے اور اور صدق لانے والے اور اُس کی تصدیق کرنے والے دونوں سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں؛ کیوں کہ آپ نے اُس کی تصدیق کی اور اُسے مخلوق تک پہنچایا۔ یہ قول حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا: اگر اُس کلمہ پاک کی تصدیق کرنے والے سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے؛ بلکہ کوئی اور ہوتا تو اللہ عز و جل یوں فرماتا: وَالَّذِي صَدَّقَ بِهِ۔ اور یہ سب سے مضبوط قول ہے۔

وَقِيلَ: الَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَصَدَّقَ بِهِ أَبُو بَكْرٍ عَنِ أَبِي الْعَالِيَةِ وَالْكَلْبِيِّ.

(۴) ترجمہ: چوتھا قول یہ ہے کہ صدق لانے والے سے مراد اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اُس کی تصدیق کرنے والے سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ یہ قول ابو العالیہ اور کلبی سے مروی ہے۔

وَقِيلَ: الَّذِي جَاءَ بِالْصِّدْقِ الْأَنْبِيَاءُ وَصَدَّقَ بِهِ أَتْبَاعُهُمْ، عَنْ عَطَاءٍ وَالزَّبَّيجِ-

(۵) ترجمہ: پانچواں قول یہ ہے کہ ”الذی جاء بالصدق“ سے مراد حضراتِ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام ہیں اور ”وصدق به“ سے مراد، اُن کے پیروکار ہیں۔ یہ قول عطاء اور زبج کا ہے۔

وَقِيلَ: الَّذِي جَاءَ بِالْصِّدْقِ مُحَمَّدٌ ﷺ وَصَدَّقَ بِهِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ، عَنْ مُجَاهِدٍ وَرَوَاهُ الضَّحَّاكُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْ أَمَّةٍ الْهَدْيِ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ-

[مجمع البيان في تفسير القرآن، ج: ۸، ص: ۳۰۳، دار المرتضى، بيروت]

(۶) ترجمہ: چھٹا اور آخری قول یہ ہے کہ صدق لانے والے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اُس کی تصدیق کرنے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ یہ امام مجاہد کا قول ہے، اسے ضحاک نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے اور یہی قول ائمہٗ رشد و ہدایت حضراتِ اہل بیت اطہار علی جدہم و علیہم الصلاۃ والسلام سے مروی ہے۔

وَالَّذِي جَاءَ بِالْصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ کے مصداق سے متعلق صاحبِ مجمع القرآن تک جتنے بھی اقوال پہنچے، اُنھوں نے منصفانہ طور پر اُن سب کو نقل کر دیا۔ گو کہ اُنھوں نے اپنی تحقیق کے مطابق ”تیسرے قول“ کو راجح و مختار اور سب سے قوی قول قرار دیا ہے؛ مگر چونکہ قول کے مطابق حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کرنے والا، انتہائی متقی، حد درجہ نیکو کار اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنی مرضی کے مطابق جزا پانے والا بھی قرار دیا ہے۔

شیعہ مفسر کی جانب سے چوتھے قول کو برقرار رکھنا اس حقیقت کا برملا اعتراف ہے کہ حضرت ابو بکر مذکورہ بالا اوصاف سے متصف ہیں۔ یہی اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔ جن بدبودار شیطانی صفات سے متصف رافضیوں نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس یارِ غار کو معاذ اللہ کافر، بے دین، دوزخی اور ملعون کہا یا کہتے ہیں، انھیں چلو بھر پانی میں ڈوب کر عر جانا چاہیے؛ بلکہ اپنے ہی تھوک میں اپنی ناک رگڑ رگڑ کر خود کشی کر لینی چاہیے؛ بلکہ انھیں سرے سے اسلام و قرآن ہی کا انکار کر دینا چاہیے۔ کم از کم اتنا تو سوچنا چاہیے کہ اُن کے ان ظالمانہ فتوؤں کی زد میں اُن کے منصف مزاج علما و محققین؛ بلکہ خود حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم بھی آرہے ہیں۔

اکثر رافضی آخری قول کو اختیار کرتے ہوئے، بغیر کسی دلیل کے، محض حضرت علی کی عقیدت اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما کے بغض میں کہتے ہیں:

”الذی جاء بالصدق“ سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ”وصدق بہ“ سے مراد، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں“

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ اولاً خود تمھارے مفسر شیخ طبری نے اسے مرجوح و غیر مختار قول قرار دیا ہے، تمہیں اپنے مفسر کی اتباع کرنی چاہیے! ثانیاً ”وصدق بہ“ سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی نسبت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مراد ہونا زیادہ واضح و راجح ہے؛ کیوں کہ جس وقت حضرت علی ایمان لائے تھے، اُس وقت وہ بہت کم سن تھے اور اُن کے ایمان لانے سے اُس وقت بظاہر اسلام کو کوئی خاص شوکت حاصل نہیں ہوئی تھی، گو کہ انھوں نے جو ان ہونے کے بعد اسلام کی شوکت کو دو بالا کیا اور اعلائے کلمہ حق کے لیے ناقابل فراموش اور بے نظیر قربانیاں پیش کیں۔

اس کے برخلاف حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بڑی عمر والے تھے؛ بلکہ مکہ مکرمہ کے

رہیں تاجر تھے، جب انھوں نے سب سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی تو اسلام کو زبردست قوت اور انتہائی شوکت حاصل ہوئی؛ لہذا مختار یہی ہے کہ اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی توصیف فرماتے ہوئے انھیں ”کامل متقی“ اور ”نیکوکار“ قرار دیا ہے۔

قاریین کرام! غور فرمائیں کہ کتنے بد بخت ہیں وہ لوگ جو اُس ذات پاک پر ہتھ ا کرتے ہیں جنہیں اللہ رب العزت نے دنیا ہی میں متقین و محسنین کے زمرے میں شامل فرمایا ہے۔ ان ظالموں کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ بلا فصل نہیں ماننا تھا تو نہ مانتے؛ مگر کم از کم اُن پر لعن و طعن تو نہ کرتے، انھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ناموس کی خاطر سب کچھ قربان کر دینے والا مخلص صحابی تو مانتے! اللہ تعالیٰ عقل سلیم عطا کرے۔

اور تجھ پر مرے بو بکر کا احسان نہ سہی

راضی! کلمہ بچانے کا بھی احسان گیا

(۳) اللہ رب العزت نے سورہ نور میں ارشاد فرمایا:

وَلَا يَأْتِلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولَى الْقُرْبَىٰ  
وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِيَعْفُوا وَلِيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ  
أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ [سورہ نور، آیت نمبر: ۲۲]

ترجمہ: اور تم میں سے اَصحابِ فضل (فضل والے) اور اربابِ وسعت (مال دار) یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتے داروں، مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہیں دیں گے۔ اُن کو چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تمھاری مغفرت کر دے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم کرنے والا ہے۔ [ترجمہ تبيان القرآن]

مفسرین اہل سنت فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ اقدس میں نازل ہوئی ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

یہ آیت کریمہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اُن کے خالہ زاد بھائی مسطح بن اثاثہ بھی اُن لوگوں میں سے تھے، جنہوں نے اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی تھی۔ جب حضرت عائشہ صدیقہ کی براءت پر آیات قرآنیہ نازل ہو گئیں تو مسطح کا جھوٹ بھی واضح ہو گیا۔ مسطح کی اس حرکت سے حضرت ابو بکر صدیق کو بہت گہرا رنج لاحق ہوا؛ کیوں کہ وہ یتیم تھے، جس کے سبب اُن کی پرورش حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔ سو اُنھوں نے (بتقاضاے بشری طیش میں آکر) مسطح کو آئندہ کچھ بھی نہ دینے کی قسم کھائی۔ مسطح نے معافی بھی مانگی؛ لیکن حضرت صدیق اکبر اس قدر جلال میں تھے کہ دوبارہ اُن کے اخراجات بحال کرنے کے لیے آمادہ نہ ہوئے۔ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو آپ نے اپنی قسم سے رجوع کیا اور فرمایا: بالکل! میں چاہتا ہوں کہ اللہ ربُّ العزت میری مغفرت فرمادے اور اب میں مسطح پر پہلے سے بھی زیادہ خرچ کروں گا۔ [جامع البیان فی تفسیر القرآن، ج: ۱۸، ص: ۱۳۶-۱۳۷، دار الفکر، بیروت]

شیعہ مفسر شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی کی تفسیر کے مطابق بھی مذکورہ آیت کریمہ کا یہی شانِ نزول راجح و مختار ہے؛ کیوں کہ اُنھوں نے سب سے پہلے اسی قول کو ذکر کیا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں:

الْزُّوْلُ: قِيلَ إِنَّ قَوْلَهُ "وَلَا يَأْتِلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ"  
الْآيَةِ، تَزَلَّتْ فِي أَبِي بَكْرٍ وَمِسْطَحِ بْنِ أَثَاثَةَ. وَكَانَ ابْنُ خَالَةِ أَبِي بَكْرٍ وَكَانَ

مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَمِنْ مُجَلَّةِ الْبَدْرِيِّينَ وَكَانَ فَقِيرًا، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُجْرِي عَلَيْهِ وَيَقُومُ بِتَفْقِيهِهِ. فَلَمَّا خَاضَ فِي الْإِفْكِ قَطْعَهَا وَحَلَفَ أَنْ لَا يَنْفَعَهُ يَنْفَعُ أَبَدًا. فَلَمَّا تَرَكْتَ الْآيَةَ عَادَ أَبُو بَكْرٍ إِلَى مَا كَانَ وَقَالَ: وَاللَّهِ إِنِّي لَأَحِبُّ أَنْ يُغْفَرَ اللَّهُ لِي. وَاللَّهُ لَا أَنْزِعَهَا عَنْهُ أَبَدًا. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةَ وَابْنِ زَيْدٍ. وَقِيلَ: تَرَكْتَ فِي يَتِيمٍ كَانَ فِي جِوَارِ أَبِي بَكْرٍ، حَلَفَ لَا يُنْفِقُ عَلَيْهِ، عَنِ الْحَسَنِ وَمُجَاهِدٍ. وَقِيلَ تَرَكْتَ فِي جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ أَقْسَمُوا عَلَى أَنْ لَا يَتَصَدَّقُوا عَلَى رَجُلٍ تَكَلَّمَ بِشَيْءٍ مِنَ الْإِفْكِ وَلَا يُؤْصُوهُ. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَغَيْرِهِ.

[مجمع البيان في تفسير القرآن، ج: ۷، ص: ۱۷۱، مطبوعه دار المرتضى، بيروت]

ترجمہ: راجح قول کے مطابق یہ آیت کریمہ (حضرت) ابو بکر اور (حضرت) مسطح بن اثاثہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ مسطح، ابو بکر کے خالہ زاد بھائی تھے۔ یہ مہاجرین اور بدری صحابہ میں سے تھے، غریب تھے؛ اسی وجہ سے حضرت ابو بکر صدیق اُن کے اخراجات برداشت کیا کرتے تھے۔ جب اُنھوں نے حضرت عائشہ پر تہمت لگانے والوں کا ساتھ دیا تو حضرت ابو بکر نے اُن سے قطع تعلق کر لیا اور قسم کھالی کہ اُنھیں کبھی بھی کچھ بھی نفع نہیں دیں گے۔ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضرت ابو بکر نے اپنے اس قول سے رجوع کیا اور کہا: بخدا میں چاہتا ہوں کہ اللہ عز وجل مجھے بخش دے۔ اب میں کبھی بھی مسطح کا نفقہ بند نہیں کروں گا۔

یہ شانِ نزول حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت عائشہ اور حضرت ابن زید سے منقول ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ ایک ایسے یتیم کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے جو حضرت ابو بکر کی کفالت میں تھا۔ اُنھوں نے قسم کھالی تھی کہ اُس پر کچھ بھی خرچ نہیں کریں

گے۔ یہ قول، حضرت حسن اور حضرت مجاہد سے مروی ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ آیت کریمہ صحابہ کرام کی ایک ایسی جماعت کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے قسم کھالی تھی کہ وہ کسی بھی ایسے شخص پر کچھ بھی نہیں خرچ کریں گے جس نے تہمت لگانے میں کسی قسم کا حصہ لیا ہو اور نہ ہی اُس کے ساتھ کسی قسم کی رواداری برتیں گے، یہ تفسیر حضرت عبداللہ ابن عباس وغیرہ سے مروی ہے۔ (اتہنی)

تو اتر سے ثابت ہے کہ یہ آیت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ اقدس میں نازل ہوئی ہے، فریقین کے معتبر و مستند مفسرین نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے؛ لہذا یہ آیت مبارکہ خلیفہ بلا فصل امیر المومنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت و منقبت پر مندرجہ ذیل وجوہ سے دلالت کر رہی ہے:

(۱) اس آیت میں حضرت ابوبکر کو ”**أَوَّلُ الْفَضْلِ وَالسَّعَةِ**“ جیسے گراں قدر القاب سے نوازا گیا ہے، جس سے ثابت ہوا کہ آپ فضل و کمال والے ہیں اور کشادہ قلبی آپ کا وصف ہے۔ جو بد بخت آپ کو **فَضْلٌ وَاللَّانَ** مانے وہ اس آیت کریمہ کا منکر ہے۔

(۲) یہ آیت کریمہ حضرت صدیق اکبر کی عظمت پر دلالت کر رہی ہے؛ کیوں کہ اس میں شخص واحد (یعنی حضرت ابوبکر صدیق) پر جمع کا اطلاق کیا گیا، یعنی آپ کو ”**فَضْلٌ وَالسَّعَةُ**“ نہیں کہا گیا؛ بلکہ ”**أَوَّلُ الْفَضْلِ وَالسَّعَةِ**“ کے تمنّے سے نوازا گیا ہے۔ اور یہ ضابطہ ہے کہ جب کسی ایک شخص کے لیے جمع کا صیغہ استعمال کیا جائے تو اُس کی تعظیم کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔ جب خود خداے لم یزل نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے یارِ غار کی تعظیم ظاہر فرمادی تو بندوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اُن کی تعظیم و تکریم نہیں کرتے؟ صدیق اکبر کی تکریم سے منہ موڑنے والے بد بخت یقیناً خدا سے بغاوت کرنے والے ہیں۔



(۳) اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ”**أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ**“ یعنی تم میں سے جو صاحب فضیلت ہیں۔ یہ خطاب حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے ہے۔ یقیناً ہر صحابی رسول فضل و کمال والا ہے؛ مگر جسے پروردگارِ عالم نے ”فضل و کمال“ والا کہہ دیا، اُس کی عظمتوں کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ کرام سے افضل و اکمل ہیں۔

(۴) اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق کو مطلقاً صاحبِ فضل و کمال کہا اور آپ کی فضیلت کو کسی بھی قید کے ساتھ مقید نہیں فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ فاضل علی الاطلاق ہیں یعنی آپ ہر لحاظ، ہر اعتبار اور ہر زاویے سے ”صاحبِ فضیلت“ ہیں؛ لہذا ثابت ہوا کہ انبیاء کرام و مرسلین عظام صلوٰات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعد جو مقام و مرتبہ آپ کا ہے، وہ کسی کا نہیں۔

(۵) اِس آیت کریمہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ”**أُولُو السَّعَةِ**“ (صاحبِ وسعت۔ گنجائش والا۔ کشادہ قلب۔ نرم دل۔ مہربان) کہا گیا ہے، جس سے ثابت ہوا کہ آپ مسلمانوں کے سب سے زیادہ خیر خواہ، اُن پر سب سے زیادہ مہربان اور اُن کے ساتھ سب سے زیادہ حسن سلوک کرنے والے تھے؛ لہذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آپ ہی خلافت کے سب سے زیادہ حق دار تھے۔

اِس حقیقت سے سبھی صحابہ واقف تھے، اِس لیے انھوں نے بلا توقف آپ کی خلافت کو تسلیم کیا، حتیٰ کہ حضرت شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے بھی، کسی جبر و اکراہ کے بغیر، برضا و رغبت آپ کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر، آپ کی بیعت کو تسلیم کیا، جیسا کہ مذکور ہوا۔

(۶) اِس آیت مبارکہ میں اللہ ربُّ العزّت نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

کے بارے میں فرمایا: **وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا** (انھیں چاہیے کہ معاف کر دیں اور در گزر کریں) معاف کرنا اور نظر انداز کرنا ”متقیوں“ کا وصف ہے۔ جو جتنا بڑا متقی ہوتا ہے، اُس کے اندر عفو و درگزر کے جذبات بھی اُسی قدر زائد ہوتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ”متقی“ تھے؛ بلکہ ایسے متقی کہ جب بھلا ضاے بشری انھوں نے ”مسطح“ پر خرچ نہ کرنے کی قسم کھالی تو پروردگارِ عالم نے انھیں عفو و درگزر کرنے کی ترغیب دی اور اُس پر مغفرت کا وعدہ بھی فرمایا۔ اب جو رافضی اس بے نظیر متقی کو کافر، فاسق اور دوزخی کہتے ہیں، وہ تقویٰ کی اُس سند کو مسترد کر رہے (ٹھکرا رہے) ہیں جس سے، اللہ عز و جل نے صدیق اکبر کو سرفراز فرمایا ہے۔ بھلا ایسے بد بخت بھی مومن ہو سکتے ہیں؟

(۷) اس آیت کریمہ میں اللہ ربُّ العزت نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: **اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ**۔ (کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں بخش دے؟) یہاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت ابو بکر کی مغفرت کو حضرت مسطح سے درگزر کرنے پر متعلق فرمایا ہے۔ اور جب انھوں نے مسطح کو معاف کر دیا تو مغفرت و بخشش کے حق دار ہو گئے؛ لہذا یہ آیت کریمہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بخشش کی قطعی دلیل ہے۔ اب جو بھی رافضی لعن و طعن کرتے ہوئے انھیں دوزخی قرار دیتے ہیں وہ اس بشارتِ عظمیٰ کو مسترد کر کے خود کو جہنم کا ایندھن بنا رہے ہیں۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ”خلیفہ برحق“ تھے؛ کیوں کہ اگر اُن کی خلافت برحق نہ ہوتی؛ بلکہ وہ حضرت شیر خدا کے حق خلافت کو غصب کرنے والے ہوتے، تو ہر گز مغفور (بخشے ہوئے) نہ ہوتے۔ جب کہ اس آیت کریمہ میں انھیں بخشش کا پروانہ عطا کیا گیا ہے؛ لہذا ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق واقعی حضور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سچے جانشین، آپ کے خلیفہ بلا فصل اور مسلمانوں کے سب سے مخلص امیر المومنین ہیں۔

### فضیلتِ صدیق اکبر پر نبج البلاغہ کی شہادت:

”نبج البلاغہ“ کا مقام عربی ادب اور فصاحت و بلاغت میں انتہائی بلند ہے۔ اہل تشیع کے یہاں اسے قرآن و حدیث کے بعد سب سے اونچا مقام حاصل ہے۔ اس کی ہر بات اُن کے نزدیک نصِ قطعی کا درجہ رکھتی ہے۔ تیسری صدی ہجری کے معروف شیعہ عالم دین ”سید شریف رضی“ نے اس میں حضرت علی مولاے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے منتخب خطوط، خطبات، مکتوبات اور حکمت آمیز اقوال و نصائح کو جمع کیا ہے اور انھیں باب مدینۃ العلم حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب منسوب کیا ہے؛ مگر ہمارے نزدیک اس کی اسنادی حیثیت درست نہیں ہے؛ کیوں کہ اس میں بعض باتیں باطل اور بالکل من گھڑت ہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ انھیں پروردہ رسول حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے کہیں ہوں۔

حافظِ حدیث علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ”لسان المیزان“ میں تحریر

فرماتے ہیں:

جو شخص بھی نبج البلاغہ کا مطالعہ کرے گا وہ یقین سے کہے گا کہ یہ، حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم پر جھوٹ گھڑا گیا ہے؛ اس لیے کہ اس میں شیخین کریمین حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو صریح گالیاں دی گئیں ہیں اور اس میں ایسے تناقضات اور ایسی گھنیا چیزیں بھی مذکور ہیں کہ جو شخص بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے حالات و کوائف اور اُن کی عظمت و شان سے واقف ہے وہ یقین سے کہہ سکتا ہے کہ یہ تمام باتیں باطل و مردود ہیں، ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ [لسان

المیزان، ج: ۲، ص: ۲۲۳]

مگر موجودہ ”نہج البلاغہ“ میں اب بھی ایسی بہت سی عبارتیں ہیں جو حضراتِ شیخینِ کریمین کی عظمت و شان کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ مثلاً اس میں موجود وہ خط ملاحظہ فرمائیں جو حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام تحریر فرمایا تھا، حضرت شیر خدا اُس میں فرماتے ہیں:

إِنَّهُ بِأَيِّعَنِي الْقَوْمُ الَّذِينَ بَايَعُوا أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ عَلَى مَا بَايَعُوهُمْ عَلَيْهِ فَلَمْ يَكُنْ لِلشَّاهِدِ أَنْ يُخْتَارَ وَلَا لِلْغَائِبِ أَنْ يُرَدَّ وَإِنَّمَا الشُّورَى لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ فَإِنْ اجْتَمَعُوا عَلَى رَجُلٍ وَسَمَّوْا إِمَامًا كَانَ ذَلِكَ لِلرَّحْمَةِ. [نہج البلاغہ، ص: ۹۲۶]

ترجمہ: مجھ سے اُن لوگوں نے بیعت کر لی ہے جنہوں نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان سے بیعت کی تھی اور اُن امور پر بیعت کی ہے جن پر اُنہوں نے اُن حضرات سے بیعت کی تھی؛ لہذا اب نہ کسی موجود شخص کو بیعت نہ کرنے کا اختیار ہے اور نہ کسی غائب کو بیعت مسترد کرنے کا حق۔ مشورہ دینے کا حق تو صرف ”مہاجرین و انصار“ کو حاصل ہے۔ اور جب وہ کسی شخص کے انتخاب پر متفق ہو جائیں اور اُس کو امام قرار دیں تو (وہ خلیفہ برحق ہے، پس) اُسے اللہ کی مرضی (یعنی اُس کا منتخب اور پسندیدہ خلیفہ) سمجھنا چاہیے۔

اس مکتوبِ گرامی میں حضرت مولانا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بالمقابل، اپنی خلافت کی حقانیت پر جس انداز سے استدلال فرمایا ہے، اُس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

اے معاویہ! تم نے مجھ سے اختلاف کر کے ”خلیفہ برحق“ کے خلاف بغاوت کی

ہے؛ کیوں کہ میری خلافت برحق ہے۔ میری خلافت کے حق پر ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضراتِ خلفائے ثلاثہ کی خلافت برحق تھی؛ کیوں کہ مجھ سے بھی اُنھی مہاجرین و انصار نے بیعت کی ہے، جنہوں نے حضرت ابوبکر، پھر حضرت عمر اور پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی بیعت کی تھی؛ لہذا جب اُن کی خلافت برحق تھی تو میری خلافت کیوں کر برحق نہ ہوگی؟

حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے صحیح و نافذ ہونے پر حضراتِ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو دلیل بنایا ہے۔ اب اگر اُن تینوں کی خلافت ہی کو تسلیم نہ کیا جائے تو خود حضرت علی کی خلافت کی حقانیت کیسے ثابت ہوگی؟

اب جو لوگ حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو ”خلیفہ برحق“ مانتے ہیں؛ مگر حضراتِ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو کالعدم قرار دیتے ہیں، وہ لوگ درحقیقت حضرت مولا علی کی خلافت کو بھی تسلیم نہیں کرتے؛ کیوں کہ حضرت مولا علی کی مذکورہ تحریر نے صاف طور پر یہ واضح کر دیا کہ اُن کی خلافت کی صحت اُن تینوں کی خلافت کی صحت سے وابستہ ہے۔ اُن کی خلافت کو تسلیم کیے بغیر ان کی خلافت بھی ثابت نہ ہو سکے گی۔ اہل تشیع کو چاہیے کہ یا تو ”منہج البلاغہ کورڈی کی ٹوکری“ میں ڈال دیں یا پھر خلفائے ثلاثہ کی عظمت و شان کے ساتھ، اُن کی خلافت کی حقانیت کو بھی تسلیم کریں۔

خاص اُس سابق سیرِ قربِ خدا	اَوحدِ کاملیت پہ لاکھوں سلام
سایہ مصطفیٰ مایہِ اصطفیٰ	عزّ و نازِ خلافت پہ لاکھوں سلام
یعنی اُس افضل المخلوق بعد الرسل	ثانیِ انبیین ہجرت پہ لاکھوں سلام
اصدق الصادقین سید الملتقیین	چشم و گوشِ وزارت پہ لاکھوں سلام

## کُتبِ شیعہ سے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے مناقب کا ثبوت:

اہل سنت و جماعت کے نزدیک امیر المومنین، فاروقِ اعظم حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے جانشین اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد سب سے افضل صحابی ہیں۔ آپ کی شانِ اقدس میں بھی کثرت کے ساتھ آیاتِ کریمہ و احادیثِ نبویہ وارد ہیں؛ بلکہ آپ کی بعض خصوصیات ایسی ہیں جن میں کوئی بھی آپ کا شریک و سہیم نہیں ہے۔

مگر صد افسوس! کہ اہل تشیع اپنی بد قسمتی کے سبب، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح انھیں بھی ظالم اور غاصب سمجھتے ہیں؛ بلکہ بہت سے بد بخت انھیں کافرو مرتد تک کہتے ہیں اور ان پر لعن طعن کرنا باعثِ نجاتِ اخروی جانتے ہیں۔ انھیں جتنی نفرت و عداوت حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے شاید ہی کسی اور سے ہو۔ یہ بد بخت اُن کا نام تک سننا گوارا نہیں کرتے۔ جس طرح شیطانِ لعین اذان کی آواز سن کر ریاح خارج کرتے ہوئے بھاگتا ہے، بالکل یہی کیفیت حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکرِ جمیل کے وقت ان ناہنجاروں اور انسان نما شیطانوں کی بھی ہوتی ہے۔

مگر سچ کہا گیا ہے کہ متعصب و معاند حق کو چھپانے کی خواہ کتنی ہی کوشش کر لے، وہ زبان پر جاری ہو ہی جاتا ہے۔ اگرچہ اہل تشیع کے اکثر علما نے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ اقدس میں سخت ترین مغالطات کہے ہیں اور بدترین گستاخیاں کی ہیں اور اُن کی عظمت و شان کو گھٹانے کے لیے من گھڑت روایتوں کا سہارا لیا ہے؛ مگر دل میں خوفِ خدا اور دینی غیرت و حمیت کے کچھ اثرات رکھنے والے اُن کے بعض انصاف پسند مصنفین نے اپنی اپنی کتابوں میں قصداً یا سہواً ایسی روایتیں بھی ذکر کی ہیں جن سے خلیفہ دوم حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب ثابت ہوتے ہیں۔

بطور ثبوت چند شہادتیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) اہل تشیع کے یہاں ”منہج البلاغہ“ کا مقام و مرتبہ کیا ہے وہ کسی بھی صاحب بصیرت پر مخفی نہیں ہے۔ اس میں اور اس کی شرح ”شرح منہج البلاغہ للشیخ ابن ابی الحدید“ میں ایسے کئی خطبات اور متعدد اقوال ملتے ہیں جو فاروق اعظم کی عظمتوں کو جھک جھک کر سلام پیش کر رہے ہیں۔ مثلاً منہج البلاغہ کے مندرجہ ذیل خطبے میں حضرت شیر خدا مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

لِلّٰهِ بِلَادُ فَلَانٍ فَقَدْ قَوَّمَهُ الْاَوْدَ وَ دَاوٰى الْعَمَدَ وَ اَقَامَ السُّنَّةَ وَ  
خَلَّفَ الْفِئْتَةَ، ذَهَبَ نَعْيُ الثَّوْبِ، قَلِيلَ الْعَيْبِ، اَصَابَ خَيْرَهَا وَ سَبَقَ  
شَرُّهَا اَدٰى اِلٰى اللّٰهِ طَاعَتَهُ وَ اَتَّقَاهُ بِحَقِّهِ، رَحَلَ وَ تَرَ كَهُمْ فِي طُرُقٍ مُّتَشَعِّبَةٍ  
لَا يَهْتَدِي بِهَا الضَّالُّ وَلَا يَسْتَقِيقُنُ الْمُهْتَدِي. [شرح منہج البلاغہ، ج: ۱۲،  
ص: ۱۸۹، للشیخ ابن ابی الحدید، رقم الخطبة: ۲۲۳]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فلاں کے (ذریعے فتح کیے گئے) شہروں کو برکتوں سے سرفراز فرمائے۔ اُس نے کجی کو درست کیا، بیماری کا علاج کیا، سنت کو قائم کیا، فتنے کو ختم کیا، دنیا سے پاک دامن اور کم عیب میں رخصت ہوا، خلافت کی نیکی کو حاصل کیا، اُس کی برائی سے بچا، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور کما حقہ اُس سے خوف زدہ رہا۔ وہ لوگوں کو ایسے متعدد و متفرق راستوں پر چھوڑ کر چلا گیا کہ جن میں گم ہونے والا ہدایت یاب نہیں ہو سکے گا اور ہدایت والا (اپنے حق پر ہونے کی) تحقیق (محسوس) نہیں کرے گا۔

اس خطبے میں حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ”فلان“ سے کسے مراد لیا ہے، اس کی وضاحت، منہج البلاغہ کے شیعہ شارح شیخ ابن ابی الحدید صاحب نے اپنی مشہور زمانہ شرح میں کی ہے۔ ان کے اقوال پیش کرنے سے قبل قارئین کرام پر یہ واضح کر دینا ضروری

معلوم ہو رہا ہے کہ شیخ ابن ابوالحدید کو اگرچہ بعض اہل سنت اور اکثر اہل تشیع ”معتزلی“ مانتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے وہ متشیع (اہل تشیع کے عام معتقدات کے حامی) اور انصاف پسند ادیب، شاعر اور شارح تھے۔ اسی لیے لومۃ لائم کی فکر کیے بغیر، انھوں نے بہت سے حقائق سے پردے اٹھائے ہیں اور حق کا برملا اظہار کیا ہے۔ جو حضرات بھی اُن کی شرح ”شرح نہج البلاغہ“ کا مطالعہ کریں گے، اُن پر ”ابن ابوالحدید شیعہ“ کے درج ذیل افکار و نظریات اور حقائق منکشف ہوں گے:

● حضرت مولانا علی خفایہ ثلاثہ سے افضل ہیں۔

● حضرت مولانا علی کے خلاف خروج کرنے والے جہنمی ہیں۔

● حضرت امیر معاویہ دوزخی ہیں۔

● ابن ابوالحدید نے خود اقرار کیا کہ وہ شیعہ ہے۔

● ابن ابوالحدید نے ایک شیعہ کے کہنے سے نہج البلاغہ کی شرح لکھی۔

قارئین کرام غور فرمائیں! مذکورہ بالا عقائد رکھنا، خود شارح کا اپنی شیعیت کا اقرار کرنا اور شیعہ وزیر کی فہمائش پر شرح لکھنا، نیز شرح کا اہل تشیع کے یہاں معروف و مقبول ہونا، یہ تمام شواہد چچ چچ کر اعلان کر رہے ہیں کہ ”شرح نہج البلاغہ“ کا مؤلف ”ابن ابوالحدید“ شیعہ تھا؛ لہذا اُس کی بات اہل رفض کے خلاف حجت ہوگی۔

یہ تو ان کا شروع سے ہی وطیرہ رہا ہے کہ جو بھی ان کے مزعومہ عقائد و نظریات سے سر موخرا ف کرتا ہے، یہ اُسے بیک جنبشِ قلم اپنے مسلک سے خارج کر دیتے ہیں۔ جسے یقین نہ آئے وہ حضرت سیدنا امام زید بن سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کا پس منظر پڑھ لے۔ معلوم ہو جائے گا کہ اہل رفض کیسے غدار اور کس قدر بے غیرت ہوتے ہیں۔

میں ایران کے بدبودار افضیوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب ”ابن ابوالحدید کی



شرح“ تمھارے نزدیک مقبول نہیں تو ہر سال اُس کی طباعت پر کیوں لاکھوں روپے خرچ کرتے ہو؟ کیوں بہت بڑے پیمانے پر اُس کی اشاعت کا اہتمام کرتے ہو؟ کیا معتزلہ اُس کی طباعت کرواتے ہیں؟ موجودہ دنیا میں معتزلہ کا کہیں کوئی وجود نہیں ہے۔ اگر یہ کتاب مقبول نہیں تو کیوں اب تک تمھاری لائبریریوں کی زینت بنی ہوئی ہے؟ اسے نذرِ آتش کیوں نہیں کر دیتے؟ جواب دو!

لہذا اس قسم کی فضول باتیں مت کریے اور یہ دیکھیے! آپ کے ہم مسلک شیعہ شارح شیخ ابن ابوالحدید، حضرت علی مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم کے خطبے کی شرح میں کیا فرما رہے ہیں۔ اگر آپ ازلی بد بخت نہیں ہیں تو ان شاء اللہ عزوجل توبہ کی توفیق مل جائے گی۔

وَفُلَانٌ، الْبُكِّيُّ عَنْهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ۔

ترجمہ: لفظ ”فلان“ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کنایا ہے۔ [شرح

صحیح البلاغہ ج: ۱۲، ص: ۱۸۹]

شارح اپنے اس دعوے پر دلیل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَقَدْ وَجَدْتُ النُّسخَةَ الَّتِي يَخْتِطُ الرَّضِيُّ أَبِي الْحَسَنِ جَامِعٌ ”مَنْهَجِ الْبَلَاغَةِ“ وَتَحْتَ فُلَانٍ ”عُمَرُ“۔ حَدَّثَنِي بِذَلِكَ إِخَارُ بْنُ مُعَدِّ الْمُوسَوِي الْأَوْدِيُّ الشَّاعِرُ۔ وَسَأَلْتُ عَنْهُ الْعَقِيبَ أَبَا جَعْفَرٍ يَحْيَى بْنُ أَبِي زَيْدٍ الْعَلَوِيِّ۔ فَقَالَ لِي: هُوَ عُمَرُ۔ فَقُلْتُ لَهُ: أَيُّنِي عَلَيْهِ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ هَذَا الْقَتَاءُ؟ فَقَالَ: نَعَمْ۔

ترجمہ: میں نے ”صحیح البلاغہ“ کا وہ نسخہ بھی دیکھا ہے جو اس کتاب کے جامع ابوالحسن سید رضی نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔ اُس نسخے میں ”فلان“ کے نیچے ”عمر“ لکھا ہوا تھا۔ یہ

بات مجھ سے مشہور شاعر فخر بن معد موسوی اودی نے بیان کی۔ اور اس سلسلے میں میں نے ابو جعفر یحییٰ بن ابوزید علوی سے دریافت کیا تو انھوں نے بھی یہی کہا کہ اس سے مراد (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ میں نے (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کا نام سن کر اُن سے کہا: کیا امیر المومنین حضرت مولا علی علیہ السلام اُن کی تعریف اس زور دار طریقے سے کریں گے؟ تو انھوں نے کہا: ہاں (کیوں نہیں؟)

اس کے بعد شارح نے رافضیوں کے ایک گروہ ”فرقہ زیدیہ“ کی بات نقل کرتے ہوئے لکھا:

إِنَّهُ أَثْلَى عَلَيْهِ حَقُّ الثَّغَاءِ وَلَمْ يَضَعْ الْمَدْحَ إِلَّا فِي مَوْضِعِهِ وَ  
يَصَابِهِ۔

ترجمہ: حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے (فاروق اعظم حضرت) عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی کما حقہ تعریف کی اور (بے جا تعریف نہ کی؛ بلکہ) مدح و ستائش کو اُسی کے مقام پر رکھا۔ [مصدر سابق]

اس کے بعد اس شیعہ شارح نے اس مقام پر پیش کیے جانے والے بعض شکوک و شبہات کے مدلل جواب دیے اور چند سطروں کے بعد یہ فیصلہ کن تحریر رقم کی:

وَهَذِهِ الصِّفَاتُ إِذَا تَأَمَّلَهَا الْمُنْصِفُ وَ أَمَّا ط عَنْ نَفْسِهِ الْهَوَى  
عَلِمَ أَنَّ أُمَيْرَ الْمُؤْمِنِينَ لَمْ يَعْينْ بِهَا إِلَّا عَمَرَ۔

ترجمہ: اگر اہل انصاف اپنی خواہشاتِ نفس سے بچتے ہوئے ان صفات میں غورو فکر کریں گے تو انھیں یقیناً کامل ہو جائے گا کہ حضرت امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ان (اوصاف) سے صرف (حضرت) عمر بن خطاب کو مراد لیا ہے۔

اب جب کہ شیعہ شارح شیخ ابن ابوالحدید کی شہادت سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت علی مولاے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اپنے اس خطبے میں ”فلان“ سے ”خلیفہ دوم حضرت سیدنا فاروق اعظم“ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی کو مراد لیا ہے، تو یہ بھی واضح ہو گیا کہ حضرت فاروق اعظم، حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک مندرجہ ذیل اوصاف و کمالات کے حامل تھے۔

(۱) انھوں نے امت محمدیہ علی صاحبہا السلام و التحیۃ میں پائی جانے والی ہر قسم کی کجی اور ٹیڑھے پن کو دور کیا۔

(۲) اپنی بے مثال سیاست و موعظت اور بے نظیر عدل و انصاف کے ذریعے امت مسلمہ کی متعدد بیماریوں کا علاج کیا اور اپنے دور خلافت میں اُسے جسمانی اور روحانی توانائیوں سے مالا مال کیا۔

(۳) حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری سنتوں کو رائج کیا اور ہر قسم کے فتنے کا خاتمہ کیا۔

(۴) دنیا سے اس حال میں گئے کہ کفر و ارتداد، ظلم و جبر اور کسی قسم کے فسق و فجور سے آپ کا دامن داغ دار نہیں ہوا۔

(۵) خلافت کی برکتوں سے سرفراز ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کامل اطاعت کی اور رب تبارک و تعالیٰ سے اُس طرح ڈرے جس طرح ڈرنے کا حق تھا۔

(۶) مسلمانوں کو دین حق کے ایسے راستوں پر چھوڑ گئے جن کی حقانیت و صداقت آفتاب نصف النہار سے بھی زیادہ واضح ہے۔ جو بھی انھیں اختیار کرے گا اُسے ”اپنے حق پر ہونے کی“ تحقیق نہ کرنی پڑے گی اور جو بھی اُن راستوں سے ہٹے گا وہ دوبارہ راہ یاب نہ ہو سکے گا۔

ہم اہل سنت کے نزدیک بحمد اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت عمر فاروق اعظمؓ، مندرجہ بالا تمام صفات حمیدہ سے متصف ہیں؛ بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت گزاری کے صلے میں انھیں ایسی خوبیوں سے سرفراز کیا گیا ہے جن کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ یہی عقیدہ کل اولیا کا بھی ہے، حتیٰ کہ ولیوں کے سردار، مولیٰ المسلمین، امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا بھی یہی اعتقاد ہے، جس کا اظہار انھوں نے اپنے اس مذکورہ خطبے میں فرمایا ہے؛ مگر اُن کی محبت کا دم بھرنے والے ظالم رافضی نہیں مانتے۔ اتنی صدیاں گزرنے کے بعد بھی وہ انھیں عادل و مخلص نہیں سمجھتے۔

تعجب ہے! وہ آج بھی انھیں ظالم، غاصب، فتنہ پرور، بلکہ کافر مانتے ہیں؛ بلکہ جو انھیں کافر نہ کہے وہ اُسے بھی کافر کہتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔ ان نادانوں کو اتنا بھی شعور نہیں کہ ہمارے امیر المومنین علیہ السلام نے خود بارہا اُن کی تعریف و توصیف کی ہے، جس کا منہ بولتا ثبوت نہج البلاغہ کا یہ ”خطبہ“ ہے، جو آج بھی اُس میں مندرج ہے۔ ان کی تکفیر و تفسیق کی زد میں صرف حضرت عمر ہی نہیں حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی آرہے ہیں۔ اللہ عز و جل ہدایت دے۔

(۲) شرح نہج البلاغہ للشیخ ابن ابی الحدید شیعہ میں ”نہج السعادة للشیخ محمود الرافضی“ کے حوالے سے حضرت شیر خدا مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب یہ خطبہ منسوب کیا گیا ہے:

الحمد لله على كل أمر وحال في الغدو والأصال، وأشهد أن لا اله الا الله وأن محمدا عبده ورسوله، ابتعثه رحمة للعباد وحياة للبلاد حين امتلأت الأرض فتنة واضطرب حبلىها وعبد الشيطان في أكفافها واشتمل عدو الله ابليس على عقائد أهلها، فكان محمد بن عبد الله بن عبد المطلب الذي أطفأ الله به نيرانها وأحمد به شرارها و

نزع به أوتاكها وأقام به مِيلَهَا. إمامُ الهدى والنبى البصطفى ﷺ،  
فلقد صَدَعَ بما أمر به وبلغ رسالاتِ ربّه فأصلح اللهُ به ذاتِ البين و  
أمن به السُّبُلَ وَحَقَّنَ به الدماءَ وَاَلْفَ به بين الضغائنِ الواغرةِ فى  
الصدورِ حتّى اتّأَثَّ اليَقِينُ، ثم قبضه اللهُ اليه حميداً۔

ثم استغلف الناسُ أبابكر فلم يأل جهدة ثم استغلف ابو  
بكر عمر فلم يأل جهدة ثم استغلف الناس عثمان فنال منكم و  
يلتم منه حتى اذا كان من أمره ما كان أتيتهمونى لثبائىعونى، لا حاجة  
لى فى ذلك ودخلتُ منزلى فاستخرجتمونى فقبضتُ يدي فبسطتموها  
وتداككتهم علىّ حتى ظننتُ أنكم قاتلى وأن بعضكم قاتِلُ بعض  
فبائعتمونى وأنا غير مسرور ولا جَزَل..... [شرح نهج البلاغه للشيخ ابن  
البحر الحديدي، ج: ۱، ص: ۱۹۴. نهج السعادة للشيخ محمود، ج: ۱، ص: ۲۸۰]

ترجمہ: صبح و شام ہر حال اور تمام معاملات میں ہر طرح کی حمد و ثنا اللہ عز و جل ہی  
کے لیے ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عز و جل کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور شہادت  
دیتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اُس کے عبد خاص اور رسول معظم ہیں،  
جن کو اُس نے اپنے بندوں کے لیے سراپا رحمت اور ملکوں کے لیے مجسمہ حیات بنا کر اُس  
وقت بھیجا؛ جب کہ روئے زمین فتنوں سے بھر چکی تھی، اُس کا نظام درہم برہم ہو چکا تھا،  
اطرافِ عالم میں شیطان کی عبادت کی جا رہی تھی اور دشمنِ خدا ابلیس مردود زمین والوں  
کے عقائد فاسد کر چکا تھا۔ پس حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بن عبد اللہ بن  
عبد المطلب رضی اللہ عنہما ہی کے ذریعے اللہ رب العزت نے فتنوں کی آگ سرد کی، اُن کی  
چنگاریوں کو بجھایا، اُنھیں جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور لوگوں کے عقائد کی کچی (ٹیرھے پن) کو

درست کیا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی ہدایت کے امام اور اللہ عز وجل کے منتخب پیغمبر ہیں؛ لہذا آپ نے تمام ماموراتِ الہی پر عمل کیا اور رب تبارک و تعالیٰ کے جملہ پیغامات بندوں تک پہنچائے۔ اللہ عز وجل نے آپ کے ذریعے بندوں کے آپسی معاملات کی اصلاح کی، راستوں کو پر امن بنایا، انھیں خون ریزی سے بچایا اور دلوں میں بغض و حسد کے بھڑکتے شعلوں کو بجھا کر اُن میں الفت و محبت کا چراغ روشن کیا؛ یہاں تک کہ آپ کے پاس حق کا پیغام اجل آگیا اور پھر حمد و ثنایاں کرتے ہوئے آپ اپنے رب اللہ عز وجل کے حضور حاضر ہو گئے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

پھر صحابہ کرام نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا اور انھوں نے خلافت کا حق ادا کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا، انھوں نے بھی خلافت کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ اُن کی شہادت کے بعد ارباب حل و عقد نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کیا؛ لیکن تمھارے اور اُن کے مابین اختلافات رونما ہوئے۔ اُن کے مقدر میں جو کچھ لکھا تھا جب وہ واقع ہو گیا (یعنی جب اُن کی شہادت ہو گئی) تو تم لوگ بیعت کرنے کے لیے میرے پاس آئے۔ حالاں کہ مجھے اس کی کوئی حاجت نہ تھی۔

میں (خلافت سے بچنے کے لیے) اپنے گھر میں داخل ہو گیا تو تم نے (پیہم اصرار کے ذریعے مجھے گھر سے) نکلنے پر مجبور کر دیا، میں نے (خلافت سے) اپنے ہاتھوں کو سمیٹا تو تم نے اُنھیں (خلافت کی جانب) پھیلا دیا اور تم (خلافت کے لیے) مجھ پر اس طرح ٹوٹ پڑے کہ مجھے گمان ہوا کہ (اگر میں قبول نہ کروں گا تو) تم مجھے قتل کر دو گے اور باہم لڑ پڑو گے۔ بالآخر تم نے مجھ سے بیعت کر لی؛ حالاں کہ میں اس سے خوش نہیں ہوں۔

یہ خطبہ حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے خلیفہ بننے کے بعد ”مقامِ ذی القار“ میں دیا تھا۔ اس سے مندرجہ ذیل امور واضح ہو رہے ہیں:

● حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو بھی اپنا جانشین نامزد نہ کیا تھا، نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اور نہ ہی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو۔ لہذا اہل تشیع کا یہ دعویٰ باطل ہے کہ مولا علی کی خلافت منصوص تھی۔

● اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت منصوص ہوتی تو آپ اس خطبے میں اُس کا ذکر ضرور کرتے اور وصالِ اقدس کے بعد تمام صحابہ حضرت صدیق اکبر کے دستِ اقدس پر بیعت نہ کرتے۔

● حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت اربابِ حل و عقد کے اجماع سے ثابت ہوئی تھی، جس طرح حضرت عثمان غنی کی شہادت کے بعد حضرت علی کی خلافت اربابِ حل و عقد کے اجماع ہی سے ثابت ہوئی تھی۔

● حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ہی خلافت کے دعوے دار تھے اور نہ ہی خلیفہ بننا پسند کرتے تھے، حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد آپ نے بادلِ نحو استہ امرِ خلافت کو قبول کیا تھا۔

لہذا اہل تشیع کا یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہ کے عہد میں خود کو خلیفہ سمجھتے رہے اور آپ کا اُن کی اقتدا میں نمازیں ادا کرنا، انھیں مشورہ دیتے رہنا اور خلافت کے اہم امور میں اُن کی نصرت و حمایت کرتے رہنا یہ سب ”بطورِ تقیہ“ تھا۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

● شیخین کریمین (حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی خلافت منہاجِ نبوت پر تھی، دونوں نے خلافتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حق ادا کرنے میں کسی قسم

کی کوتاہی نہ برتی تھی۔ اگر یہ دونوں حضرات، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق خلافت غصب کرنے والے ہوتے یا ان کی خلافت درست نہ ہوتی تو حضرت شیر خدا کبھی بھی اُن کے بارے میں یہ نہ کہتے کہ

”انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مشن کو آگے بڑھانے میں کوئی کمی نہیں کی تھی“

بلکہ صاف لفظوں میں تنقید کرتے، جس طرح خطبے کے آخر میں انھوں نے جنگِ جمل میں حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ساتھ دینے کے سبب (بقولِ اہل تشیع) حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کی سخت مذمت کی ہے۔

● صحابہ کرام بالخصوص خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے دل آپسی عداوت و رنجش اور بغض و حسد سے مکمل طور پر پاک تھے۔ وہ سب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سچے عاشق اور آپس میں ایسے دینی بھائی تھے کہ سگے بھائی سے بھی زیادہ ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے؛ کیوں کہ اُن کی تربیت مربیِ اعظم حضور رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی۔

غرض یہ کہ حضرت مولا علی مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا یہ خطبہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ، حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی منقبت گنگنا رہا ہے اور اہل عقیدت و محبت سے خوب خوب داد و تحسین وصول کر رہا ہے۔

(۳) نہج البلاغہ کے شارح ”ابن ابوالحدید شیعہ“ کہتے ہیں:

لَمَّا أَمَرَ الْهُرْمَزَانُ جُمْلَ الْإِسْلَامِ إِلَى عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْوَلِيدِ وَ مَعَهُ رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، مِنْهُمْ الْأَحْنَفُ بْنُ قَيْسٍ وَ الْأَسَدُ بْنُ مَالِكٍ فَأَدْخَلُوهُ الْمَدِينَةَ فِي هَيْئَتِهِ وَ تَاجِهِ وَ كِسْوَتِهِ، فَوَجَدُوا عَمْرًا نَائِمًا فِي



جانب المسجد، فجلسوا عنده ينتظرون انتباهه. فقال الهرمزان: و  
این عمر؟ قالوا ما هوذا. قال این حرسه؟ قالوا لا حاجب له ولا  
حارث. قال: فینبغی أن یكون هذا نبیًا. قالوا انما یعمل بعمل  
الانبیاء۔۔۔

[شرح نهج البلاغه للشیخ ابن ابی الحدید الشیعی، ج: ۱، ص: ۱۱۵،

مطبوعه دار الکتاب العربی، بغداد]

ترجمہ: جب ہرمزان بادشاہ کو قیدی بنایا گیا تو اُسے تستر سے مدینہ منورہ لایا گیا۔  
اُس وقت اُس کے ساتھ بشمول حضرت احنف بن قیس اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ  
تعالیٰ عنہما چند مسلمان بھی تھے۔ مسلمان اُسے اُس کی ہیئت، اس کے تاج اور اُس کے شاہی  
لباس کے ساتھ مدینہ لائے۔ انھوں نے دیکھا کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسجد  
نبوی کے ایک کونے میں سو رہے ہیں، چنانچہ وہ اُن کے پاس بیٹھ کر اُن کے بیدار ہونے  
کا انتظار کرنے لگے۔ ہرمزان (فاروق اعظم کی سادگی کو دیکھ کر انھیں پہچان نہ سکا اور اُس)  
نے مسلمانوں سے پوچھا: عمر کہاں ہیں؟ انھوں نے کہا: (یہ جو سو رہے ہیں) یہی  
عمر ہیں۔ اُس نے کہا: ان کے محافظ (باڈی گاڈس) کہاں ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ نہ ان کا  
کوئی دربان ہے نہ محافظ۔ یہ سن کر (اُس کی حیرت کی انتہا نہ رہی اور) اُس نے کہا: پھر تو  
اس شخص کو نبی ہونا چاہیے! مسلمانوں نے کہا: یہ (نبی تو نہیں ہی، مگر) نبیوں کی سیرت پاک  
پر عمل کرتے ہیں۔

شرح نهج البلاغه کی یہ روایت مندرجہ ذیل وجوہ سے حضرت عمر فاروق اعظم رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و شان پر دلالت کر رہی ہے:

● حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عدل و انصاف کے تمام تقاضوں پر عمل کیا

کرتے تھے؛ اسی لیے اتنی عظیم الشان اسلامی سلطنت کے والی ہونے کے باوجود آپ کبھی بھی اپنے لیے کسی دربان و محافظ کے محتاج نہ ہوئے۔ جب کہ ظالم و غاصب بادشاہ کو سکون نہیں ملتا، اُسے اپنی جان کی فکر ستاتی رہتی ہے؛ اسی لیے وہ اپنی حفاظت کے لیے محافظوں کا بندوبست کرتا ہے۔

● آپ، خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین ہونے کے باوجود دنیاوی آرائش و نعم سے بالکل بے نیاز اور شاہی تکلفات سے یکسر (بالکل) دور تھے۔ کیا ایسی زاہدانہ شان کے ساتھ زندگی بسر کرنے والا شخص حضرت مولا علی شیر خدا اور آپ کی زوجہ محترمہ سیدہ کائنات حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ظلم کر سکتا ہے؟

● آپ، انبیاء کرام صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بالخصوص حضور سرور انبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ پاک پر سختی کے ساتھ عمل کیا کرتے تھے۔ حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی اس کی گواہی دیتے تھے۔ کیا ایسا نیک و صالح شخص کافر و منافق اور ظالم و غاصب ہو سکتا ہے؟

کفر و ارتداد اور ظلم و غصب کا الزام لگانے والے ظالمو! کچھ تو شرم کرو! کافروں نے بھی انھیں نیک و صالح مسلمان مانا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سچا غلام جانا اور اُن کی عظمت و شان کا اعتراف کیا اور تم ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود اُن کا نام تک سننا گوارا نہیں کرتے؟

(۴) اللہ ربُّ العزت نے سورہ تحریم میں ارشاد فرمایا:

وَإِذْ أَسْرَ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَرْوَاحِهِ حَدِيثًا. فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ  
اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ. فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ  
أَنْبَأَكَ هَذَا. قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ۝ [سورہ تحریم، آیت نمبر: ۳]

ترجمہ: اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے راز کی بات کہی، پس اُس نے اُس راز کی خبر دے دی اور اللہ نے نبی پر اُس کا اظہار فرما دیا تو نبی نے اُس کو کچھ بتا دیا اور کچھ بتانے سے اعراض کیا۔ پھر جب نبی نے اُس کو اُس (افشاے راز) کی خبر دی تو اُس نے کہا: آپ کو کس نے اس کی خبر دی؟ نبی نے کہا: مجھے (میرے) علیم و خیر (رب) نے خبر دی ہے۔ [ترجمہ تبيان القرآن]

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی کس زوجہ محترمہ کو راز کی کون سی بات بتائی تھی جسے انھوں نے افشا کر دیا تھا؟ اُسے شیعہ تفسیر کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں!

شیعہ مفسر اعظم شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی کہتے ہیں:

(وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا) یعنی حفصہ۔ عن الزجاج قال: لَبَّا حَرَمَ مَارِيَةَ الْقِبْطِيَّةَ أَخْبَرَ حَفْصَةَ أَنَّهُ يَمْلِكُ مِنْ بَعْدِهِ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ. فَعَرَفَهَا بَعْضُ مَا أَفْشَتْ مِنَ الْخَبَرِ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ. أَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ يَمْلِكَانِ بَعْدِي. وَ قَرِيبٌ مِنْ ذَلِكَ مَا رَوَاهُ الْعِيَّاشِيُّ بِالْإِسْنَادِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَطَا الْبَكِّي عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَّا أَنَّهُ زَادَ فِي ذَلِكَ أَنَّ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا حَدَّثَتْ أَبَاهَا بِذَلِكَ. فَعَاتَبَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي أَمْرِ مَارِيَةَ وَمَا أَفْشَتْ عَلَيْهِ مِنْ ذَلِكَ وَأَعْرَضَ عَنْ أَنْ يُعَاتِبَهُمَا فِي الْأَمْرِ الْآخَرِ.

[جمع البيان، ج: ۱۰، ص: ۴۲، مطبوعہ دار المرتضى بيروت]

ترجمہ: بعض ازواج سے مراد (ام المؤمنین حضرت) حفصہ (رضی اللہ عنہا) ہیں۔ زجاج سے مروی ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر حرام کر لیا تو (دختر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ام المؤمنین حضرت) حفصہ (رضی اللہ عنہا) کو

یہ خبر دی کہ میرے (وصال کے) بعد (عائشہ کے والد) ابو بکر اور (تمھارے والد) عمر حکمران (خلیفہ) ہوں گے۔ پھر جب انھوں نے اس راز کو فاش کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (اُن کی افشا کی ہوئی باتوں میں سے) انھیں بعض سے آگاہ کیا (یعنی بعض باتوں پر عتاب کیا) اور بعض سے اعراض کیا (یعنی عتاب نہیں کیا)۔ اور جس بات پر عتاب کیا تھا وہ یہ تھی کہ میرے بعد ابو بکر و عمر (بالترتیب) حکمران ہوں گے۔

اور اسی سے قریب وہ روایت بھی ہے جسے عیاشی نے عبد اللہ بن عطاء کی کی سند سے، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے؛ مگر اُس میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ (رضی اللہ عنہما) میں سے ہر ایک نے اپنے والد کو اس کی خبر دے دی تھی۔ تو ماریہ قبطیہ کے معاملے میں اور افشاے راز کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں سے ناراضگی کا اظہار فرمایا؛ لیکن دوسرے معاملے میں عتاب کرنے سے اعراض فرمایا۔

اس روایت سے واضح ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات ظاہری ہی میں حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے بعد حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت و حکمرانی کے بارے میں بتا دیا تھا۔ اس روایت کو شیعہ مفسر شیخ طبرسی نے بھی بلا تردد بیان کیا ہے اور اسے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ذکر کیا ہے۔

یہ ہے عظمت صدیقی و شان فاروقی کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی حکمرانی کا اعلان اپنے وصال اقدس سے بہت پہلے فرما دیا تھا۔ اس کھلی حقیقت کا انکار شیعہ مفسر بھی نہ سکا۔ اہل تشیع کو اپنے اس عظیم مفسر کی بات ماننی چاہیے اور حضرت سیدنا امام جعفر صادق علی جدہ و علیہ الصلاۃ والسلام سے مروی اس روایت کو تسلیم کر کے حضرت فاروقی

اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمتوں کا اعتراف کرنا چاہیے۔ واللہ الموفق لکل خیر۔  
امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے  
بارگاہِ فاروقی میں یوں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے:

وہ عمر جس کے اعدا پہ شیدا سقر اُس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام  
فارقِ حق و باطل امام الہدیٰ تیغِ مسلولِ شدت پہ لاکھوں سلام  
ترجمانِ نبی ہم زبانِ نبی جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام  
افضلیتِ شیخینِ کریمین اور فتنہ مولائیت:

مذکورہ گفتگو سے روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہو گیا کہ جماعتِ صحابہ کرام میں سب  
سے اونچا مقام حضرت صدیق اکبر اور اُن کے بعد سب سے بلند رتبہ حضرت فاروقِ اعظم  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حاصل ہے۔ حتیٰ کہ منصف مزاج علماے شیعہ کی کتابیں بھی ان  
حضرات کے فضائل و مناقب سے خالی نہیں ہیں، جیسا کہ مذکورہ ہوا۔

فضیلت کی اسی ترتیب کے مطابق ان دونوں حضرات کو آقائے کریم علیہ الصلاۃ  
والتسلیم کی خلافت و نیابت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اسی لیے ”افضلیتِ شیخینِ کریمین“ کا  
اعتقاد، ہم اہل سنت و جماعت کا شعار اور ہمارا اجماعی و قطعی عقیدہ ہے، اسے شروع ہی سے  
ضروریاتِ اہل سنت میں سے شمار کیا گیا ہے۔ اہل سنت کے کسی بھی معتبر عالم، فقیہ، محدث  
اور مفسر نے آج تک اس کے خلاف بولنے یا لکھنے کی جسارت نہیں کی، اور جس کسی نے اس  
کے برخلاف عقیدے کا اظہار و اعلان کیا اُسے اُسی کے زمانے میں، بالاتفاق اہل سنت  
سے خارج تسلیم کیا گیا۔

نو پیدفتنوں میں ”تفضیلی فتنے“ کا شجرہ خبیثہ (ناپاک درخت)، رافضیوں کی صحبتِ بد  
میں رہنے والے نادانوں میں بڑی تیزی کے ساتھ پھل پھول رہا ہے حتیٰ کہ ان احمقوں

نے، اہل بیت اطہار کی جھوٹی محبت کے زعم میں بعض مقتدر صحابہ کرام کو منافق کہنا، انھیں بھڈی بھڈی گالیاں دینا، اہل سنت و جماعت پر طعن کرنا اور اہل تشیع سے اپنی والہانہ عقیدت و محبت کا اظہار کرنا اپنا شیوہ بنالیا ہے۔ یہ خود کو ”مولائی سنی“ کہتے اور حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ کو رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ بلا فصل مانتے ہیں۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ

”تفصیل شیخین تو ضروریاتِ اہل سنت میں سے ہے، اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والا سنی نہیں؛ بلکہ تفصیلی رافضی ہوتا ہے، آپ حضرات دو باتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کریے، (۱) یا تو خود کو سنی کہنا ترک کیجیے (۲) یا پھر اس عقیدہ باطلہ سے توبہ کیجیے“

تو جواب میں کہتے ہیں کہ

”تفصیل شیخین، اہل سنت کا قطعی عقیدہ تو ہے نہیں، کہ اس کے برخلاف عقیدہ رکھنے والا گمراہ ہو کر، سنیت سے خارج ہو جائے گا؛ بلکہ یہ جمہورِ اہل سنت کا موقف ہے؛ لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا پہلا جانشین ماننے سے کوئی مومن بدعتی، گمراہ یا رافضی نہیں ہو جاتا۔ جس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو فضیلت دینے سے کسی کی سنیت پر فرق نہیں پڑتا، اسی طرح حضراتِ شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو فضیلت دینے سے بھی کسی کی سنیت پر حرف نہیں آتا۔“

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ نام نہاد مولائی احمق ذاکروں، گنوار پیروں، جھولا چھاپ مولویوں، رافضی خطیبوں اور تفصیلی ملاؤں کی باتیں بڑے چاؤ (شوق) سے سنتے اور اچھل اچھل کر انھیں

داد و تحسین سے نوازتے ہیں اور یہ نادان سمجھ نہیں پاتے کہ

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے  
سونے والوں جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے  
شہد دکھائے زہر پلائے قاتل ڈائن شو ہر کش  
اس مردار پہ کیا للچایا دنیا دیکھی بھالی ہے

کسی گمراہ و بد مذہب کو ہدایت سے سرفراز کرنا تو اللہ عز و جل ہی کے دستِ قدرت میں ہے؛ البتہ اسے راہِ راست پر لانے کی کوشش کرنا و ارشیدِ انبیا کی دینی ذمہ داری ہے۔ اسی ذمہ داری کا پاس و لحاظ رکھتے ہوئے اس طرح کے نادانوں کے لیے چند ایسے دلائل پیش کیے جا رہے ہیں، جن سے آفتابِ نصف النہار کی روشنی سے بھی زیادہ عیاں ہو جائے گا کہ ”افضلیتِ شیخین کریمین“ اہل سنت و جماعت کا اجماعی و قطعی عقیدہ ہے، یہ کوئی ظنی یا جمہوری موقف نہیں کہ ان دونوں حضرات پر فاتحِ خیر، زوجِ بتول، والدِ حسنین کریمین حضرت شیرِ خدا مولاے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو ترجیح دینے والا سنیت سے خارج نہیں ہوگا۔ ہوگا، ضرور ہوگا۔

## پہلی دلیل:

حضراتِ شیخین کریمین کی افضلیت و برتری متواتر حدیثوں سے ثابت ہے اور جو بات متواتر حدیثوں سے ثابت ہوتی ہے وہ قطعی ہوتی ہے، نہ کہ ظنی۔ ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مسلمانین ملائکہ اور رسل و انبیاء بشر کے بعد سب سے افضل جاننا قطعی و یقینی ہے۔ اب چند روایتیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

خَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ وَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ

حَیْرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ ذَلِكَ الْعَبْدُ مَا عِنْدَ اللَّهِ۔  
 قَالَ فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ، فَعَجَبْنَا لِبُكَائِهِ أَنْ يُخَيِّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَ  
 آلَهُ وَسَلَّمَ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ۔ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلَهُ وَسَلَّمَ هُوَ  
 الْمُخَيِّرُ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمَنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلَهُ وَسَلَّمَ  
 إِنَّ مِنْ أَمْرِ النَّاسِ عَلَى فِي صُحْبِهِ وَمَالِهِ أَبَا بَكْرٍ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا  
 خَلِيلًا غَيْرَ رَبِّي لَأَتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ، وَلَكِنْ أَخُوَّةُ الْإِسْلَامِ وَمَوَدَّةُ لَا  
 يَبْقَيْنَ فِي الْمَسْجِدِ بَابُ إِلَّا سُدَّ إِلَّا بَابُ أَبِي بَكْرٍ۔

[الصحيح للامام البخاری، کتاب فضائل الصحابه، باب قول النبی صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سدوا الابواب الا باب ابی بکر، رقم الحدیث: ۳۶۵۴]

ترجمہ: رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دوران خطبہ ارشاد فرمایا: بے شک اللہ  
 رب العزت نے ایک بندے کو دنیا اور اپنے پاس موجود نعمتوں کے درمیان اختیار دیا تو اس  
 بندے نے آخرت کی نعمتوں کو چنا۔ راوی کہتے ہیں کہ اتنا سننا تھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ  
 عنہ رونے لگے۔ ہمیں ان کے رونے پر تعجب ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو اس بندے  
 کی خبر دے رہے ہیں جسے اختیار دیا گیا ہے۔ (اس میں رونے والی کون سی بات ہے، لیکن  
 بعد میں معلوم ہوا کہ) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ عہد مختیر ہیں۔ (اس اشارے کو ابو بکر  
 سمجھ گئے، کیوں کہ) وہ ہم گروہ صحابہ میں سب سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ اس کے بعد حضور  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنی صحبت و رفاقت اور اپنے مال و زر سے  
 مجھ پر سب زیادہ احسان کیا ہے وہ ابو بکر ہیں، اگر میں اپنے رب کے علاوہ کسی کو خلیل بناتا تو  
 یقیناً ابو بکر کو بناتا، لیکن اسلام کی اُکھٹ (بھائی چارہ) و محبت باقی ہے۔ ابو بکر کے دروازے  
 کے سوا (میری) مسجد کا ہر دروازہ بند کر دیا جائے۔



عظیم مجدد حضرت سیدنا امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث پاک کو متواتر قرار دیا ہے، آپ فرماتے ہیں:

قَدْ وَرَدَ هَذَا الْحَدِيثُ مِنْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ الزُّبَيْرِ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَجُنْدَبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَالْبَرَاءِ وَكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَابْنِ وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ وَابْنِ الْمَعْلَى وَعَائِشَةُ وَابْنُ هُرَيْرَةَ وَابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ وَقَدْ سُرِّدَتْ طُرُقُهُمْ فِي الْأَحَادِيثِ الْمَتَوَاتِرَةِ. [تاریخ الخلفاء، ص: ۴۱]

ترجمہ: یہ حدیث پاک، حضرت عبد اللہ ابن عباس، حضرت عبد اللہ ابن زبیر، حضرت عبد اللہ ابن مسعود، حضرت جندب بن عبد اللہ، حضرت براء، حضرت کعب بن مالک، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت انس بن مالک، حضرت ابو واقد لیثی، حضرت ابو معلى، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جیسے متعدد جلیل القدر صحابہ کرام سے مروی ہے۔ ان حضرات کے طرق کو احادیث متواترہ میں درج کیا گیا ہے۔

(۲) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَأَسْتَدَّ مَرَضُهُ فَقَالَ: مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ. قَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّهُ رَجُلٌ رَقِيقٌ، إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّ بِالنَّاسِ. قَالَ: مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ، فَعَادَتْ فَقَالَ: مُرِي أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ، فَإِنَّكُمْ صَوَاحِبُ يُونُسَ فَأَتَاهُ الرَّسُولُ فَصَلَّى بِالنَّاسِ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔

[الصحيح للامام البخاری، كتاب الاذان، باب أهل العلم والفضل]

أحق بالامامة، رقم الحديث: ۶۷۸. الجامع للامام الترمذی، کتاب المناقب، باب  
فی مناقب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما، رقم الحديث: ۴۰۳۵]

ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوئے، جب آپ کی بیماری شدت  
اختیار کر گئی تو آپ نے فرمایا: ابو بکر کو (میری جانب سے) لوگوں کی امامت کرنے کا حکم  
دو۔ یہ سن کر (اُن کی شہزادی اُم المؤمنین) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے  
عرض کی: حضور! میرے والد نرم دل انسان ہیں، آپ کے مقام پر کھڑے ہو کر لوگوں کی  
امامت نہیں کر سکیں گے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ فرمایا: ابو بکر کو مسلمانوں کی  
امامت کرنے کا حکم دو، حضرت عائشہ نے دوبارہ وہی عذر پیش کیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و  
آلہ وسلم نے اُن سے (براہِ راست) فرمایا کہ ابو بکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، تم  
سب تو اُن خواتین کی طرح معلوم ہوتی ہو جو (پیغمبر خدا حضرت)، یوسف (علیہ السلام)  
سے کٹ جیتی کر رہی تھیں۔ اس کے بعد قاصد ابو بکر صدیق کے پاس آیا (اور انھیں حضور صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانِ عالی شان سے آگاہ کیا) تو انھوں نے حضور علیہ الصلاۃ والتسلیم  
کی حیاتِ طیبہ میں مسلمانوں کی امامت فرمائی۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیثِ پاک کو بھی متواتر قرار  
دیا ہے۔ [تاریخ الخلفاء، ص: ۷۷]

(۳) حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و  
آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ سَيِّدَا كَهُولِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ مَا  
خَلَا النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ، لَا تُخَيِّرُهُمَا يَا عَلِيُّ.

[الجامع للامام الترمذی، کتاب المناقب، باب فی مناقب ابی بکر و عمر

رضی اللہ عنہما، رقم الحدیث: ۴۰۲۸]

ترجمہ: نبیوں اور رسولوں کے علاوہ، تمام اولین و آخرین میں سے اہل جنت کے بوڑھوں کے سردار ابو بکر و عمر ہوں گے۔ اے علی! تم اُن دونوں سے نہ بتانا۔ (یعنی دنیا میں جن کی وفات بڑھاپے میں ہوئی ہوگی، جنت میں اُن کے سردار ابو بکر و عمر ہوں گے)

(۴) حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آقاؐ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِقْتَدُوا بِالَّذِينَ مِنْ بَعْدِي ابْنِي بَكْرٍ وَ عُمَرَ۔

[الجامع للامام الترمذی، کتاب المناقب، باب فی مناقب ابی بکر و عمر

رضی اللہ عنہما، رقم الحدیث: ۴۰۲۳]

ترجمہ: تم لوگ میرے (وصال کے) بعد ابو بکر اور عمر کی پیروی کرنا۔  
بغرض اختصار صرف چار روایتیں پیش کی گئیں، ورنہ افضلیتِ شیخین پر اتنی احادیث ہیں جن کا احاطہ مشکل ہے۔ صحاح ستہ، مستدرک حاکم، معجم اوسط طبرانی، مسند ابو یعلیٰ، مجمع الزوائد وغیرہ کتب احادیث میں افضلیتِ شیخین پر کثیر روایتیں موجود ہیں، جو کہ معنوی طور پر تواثر کے درجے تک پہنچتی ہیں۔ بالخصوص حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت کے حوالے سے امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

الْأَحَادِيثُ الدَّالَّةُ عَلَى أَفْضَلِيَةِ الصِّدِّيقِ قَدْ تَوَاتَرَتْ تَوَاتُرًا

مَعْنَوِيًّا۔ [فتح الباری شرح البخاری، ج: ۱۲، ص: ۳۹۶]

ترجمہ: خلیفہ اول حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے، تمام صحابہ کرام سے افضل ہونے پر جو احادیثِ کریمہ دلالت کر رہی ہیں، وہ بلاشبہ معنوی طور متواتر ہیں۔  
اسی لیے محققین اہل سنت نے فرمایا:

”توحید و رسالت کے بعد سب سے زیادہ دلائل افضلیت شیخین پر موجود ہیں۔“

[افضلیت شیخین اور تفضیلی فتنہ، از علامہ غلام رسول قاسمی قادری نقشبندی، ص: ۵۹]

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی افضلیت کا قول کرنے والے بعض اہل حق چوں کہ سرکارِ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام بھی بڑی عقیدت و احترام کے ساتھ لیتے ہیں؛ بلکہ بعض اوقات اُن کے مسلک پر چلنے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں، اس لیے انتہائی ضروری سمجھتے ہوئے اس مقام پر اپنے امام کی چند تصریحات پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

امام اہل سنت مجدد دین و ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

اہل سنت و جماعت کا اجماع ہے کہ مرسلین ملائکہ و رسل و انبیاء بشر صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیماۃ علیہم کے بعد، حضراتِ خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم تمام مخلوق الہی سے افضل ہیں، تمام ائمہ عالم اولین و آخرین میں کوئی شخص ان کی بزرگی و عظمت و عزت و وجاہت و قبول و کرامت و قرب و ولایت کو نہیں پہنچتا۔

وَأَنَّ الْفَضْلَ بَيْنَ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ، وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔

[سورہ حدید، آیت نمبر: ۲۹]

پھر اُن کی باہم ترتیب یوں ہے کہ سب سے افضل صدیق اکبر، پھر فاروق اعظم، پھر عثمان غنی، پھر مولا علی، صلی اللہ تعالیٰ علی سیدہم و مولاہم و آلہ و عیہم و بارک و سلم۔ اس مذہبِ مہذب پر آیات قرآن عظیم و احادیث کثیرہ حضور پر نور مبنی کریم علیہ و علی آلہ و صحبہ الصلوٰۃ و التسلیم و ارشاداتِ جلیلہ و اوصیٰ امیر المومنین مولا علی مرتضیٰ و دیگر ائمہ اہل بیت اطہار و ارتضا و اجماع صحابہ کرام و تابعین عظام و تصرفاتِ اولیاءِ اُمت و علمائے امت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے وہ دلائلِ باہرہ و حججِ قاہرہ ہیں جن کا استیعاب نہیں ہو سکتا، فقیر

غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اس مسئلہ میں ایک کتاب عظیم بسیط و ضخیم دو مجلد پر منقسم نام تاریخی "مطلع القبرین فی ابانۃ سبقة العبرین" سے مستم تصنیف کی اور خاص آیہ کریمہ "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" اور اس سے افضلیت مطلقہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اثبات و احقاق اور اوہام خلاف کے ابطال و ازحاق میں ایک جلیل رسالہ مسمیٰ بنام تاریخی "الزلال الأنقی من بحر سبقة الأنقی" تالیف کیا۔ [فتاویٰ رضویہ، ج: ۲۸، ص: ۷۸]

ثابت ہوا کہ افضلیت شیخین کا عقیدہ ظنی یا جمہوری نہیں؛ بلکہ قطعی و یقینی ہے، لہذا اس سے انحراف کرنے والا ہرگز ہرگز سنی صحیح العقیدہ نہیں، بھلے وہ اپنی سنیت کا ڈھنڈورا بجاتا پھرے۔ ایسے شخص کے بدعتی، بد مذہب اور تفضیلی رافضی ہونے میں کیا شک؟

## دوسری دلیل:

حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی افضلیت اجماع صحابہ سے بھی ثابت ہے، اجماع سے ثابت ہونے والا عقیدہ قطعی ہوتا ہے نہ کہ ظنی۔ اس دعوے پر چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

(۱) حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے اور صحابہ کرام کے اعتقاد کے بارے میں فرماتے ہیں:

كُنَّا نَعْبُدُ بَيْنَ النَّاسِ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَتُعَذِّبُ أَبَا بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ثُمَّ عُمَانُ بْنُ عَفَّانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ۔

[الصحيح للامام البخاری، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضل ابی بکر

رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث: ۳۶۵۵]

ترجمہ: رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مسعود میں ہم لوگ صحابہ کرام کے

ما بین ترجیح دیتے تھے تو سب سے پہلے حضرت ابو بکر کو، پھر حضرت عمر کو، اُن کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دیتے تھے۔

جامع ترمذی میں یہی حدیث پاک ان الفاظ میں مروی ہے:

**كُنَّا نَقُولُ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ. [الجامع**

للامام الترمذی، کتاب المناقب، باب فی مناقب عثمان رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث: [۴۰۷۲]

ترجمہ: رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہم گروہ صحابہ یوں کہا کرتے تھے: ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اس روایت سے صاف واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ پوری امت میں سب سے افضل حضرت سیدنا صدیق اکبر کو، اُن کے بعد حضرت سیدنا فاروق اعظم کو، اُن کے بعد حضرت سیدنا عثمان غنی کو اور ان کے بعد حضرت سیدنا مولا علی کو سمجھتے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

(۲) شہزادہ مولائے کائنات حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں:

**قُلْتُ لِأَبِي أَبِي النَّائِسِ خَيْرٌ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؛ قَالَ: أَبُو بَكْرٍ. قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ عُمَرُ. وَخَشِيتُ أَنْ يَقُولَ عُثْمَانُ قُلْتُ: ثُمَّ أَنْتَ. قَالَ: مَا أَكُنَّا إِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ.**

[الصحيح للامام البخاری، کتاب فضائل الصحابہ، باب قول النبی صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان لم نجدنی فابی ابا بکر، رقم الحدیث: [۳۶۷۱]

ترجمہ: میں نے اپنے والد (حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) سے پوچھا: تمام لوگوں میں سب سے افضل و بہتر کون ہے؟ انھوں نے کہا: ابو بکر۔ میں نے عرض کی:

اُن کے بعد؟ فرمایا: عمر۔ میں ڈرا کہ کہیں حضرت عثمان کو بھی خود سے افضل نہ کہہ دیں، اس لیے میں نے کہا: ان دونوں بزرگوں کے بعد تو آپ ہی کا نمبر ہے۔ یہ سن کر آپ نے (ازراہ تواضع) فرمایا: میں تو ایک معمولی مسلمان ہوں۔

بیٹے کے سوال پر مولاعلیٰ نے وہی جواب دیا جو اُن کا اعتقاد تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا؛ بلکہ مولاعلیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم خود کو تمام صحابہ سے افضل سمجھتے تو آپ کا جواب ہر گز یوں نہ ہوتا؛ بلکہ آپ بلا لومۃ لائم اپنی فضیلت و برتری کا اعلان فرماتے۔ آج ہم اہل سنت جو یہ نعرہ لگاتے ہیں:

### ابوبکر کا پہلا نمبر عمر کا دوسرا نمبر

تو نام نہاد مولائیوں کی جانب سے ہم پر سب و شتم کی یلغار کی جاتی ہے، مارنے کاٹنے کی دھمکیاں تک دی جاتی ہیں۔ جب کہ خود مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے بھی یہی نعرہ لگایا ہے۔

جو شخص بھی حضرت علیٰ کو شیخین پر ترجیح دیتا ہے وہ درحقیقت اپنے ممدوح و محبوب مولاعلیٰ کی تکذیب کرتا ہے کہ وہ تو شیخین کریمین کی افضلیت کا اعلان و اظہار کر چکے اور یہ بد بخت ماننے کو تیار نہیں۔ ایسے شخص سے شیر خدا نے اپنی شدید برہمی کا اظہار فرمایا ہے، بطور دلیل یہ روایت ملاحظہ فرمائیں:

(۳) حضرت حکم بن حجل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیٰ مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

بَلِّغْنِي أَنَّكَ أَسَا يُفْضِلُونَنِي عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَ عُمَرَ - لَا يُفْضِلُونِي أَحَدٌ عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَ عُمَرَ إِلَّا جَلَدْتُهُ حَدَّ الْمُقْتَرَى.

[کتاب فضائل الصحابة للامام احمد بن محمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۳۸۷]

ترجمہ: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ کچھ لوگ مجھے حضرت ابو بکر و حضرت عمرؓ پر فوقیت دیتے ہیں۔ جو شخص بھی مجھے اُن دونوں پر فضیلت دے گا میں اُس پر مفتزی (افتر او بہتان لگانے والے) کی حد (سزا) نافذ کروں گا (جو کہ اُسی کوڑے ہے)۔

اس قول مرتضوی سے واضح ہوا کہ حضرت ابو بکر و حضرت عمرؓ کی افضلیت قطعی ہے، اگر یہ ظنی یا فرعی مسئلہ ہوتا تو شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود کو ترجیح دینے پر اتنا براہم ہوتے نہ ایسی سخت سزا دینے کی دھمکی دیتے۔

اس مقام پر مجددین و ملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بہت مضبوط بات کہی ہے فرماتے ہیں:

سیدنا المرتضیٰ اسد اللہ العلیٰ الاعلیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم افضلیتِ شیخین کے منکرین پر سب سے زیادہ سختی فرمائی ہے اور اس کے منکر (انکار کرنے والے) کو اُسی کوڑے مارنے کا حکم جاری فرمایا ہے۔ امام ذہبی نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اقول: اس وعید شدید کی طرف دیکھو! سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ! اجراءِ حدود کے معاملے میں بغیر کسی دلیل کے اتنی بڑی جسارت کیسے کر سکتے ہیں جب کہ وہ خود روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حدود کو شبہات کے ذریعے نالنے کی کوشش کرو۔ اور فرمایا: مسلمان کی جان چھوڑنے کا راستہ ملے تو اس کا راستہ چھوڑ دو، بے شک قاضی اگر معاف کرنے میں غلطی کر جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ سزا دینے میں غلطی کرے۔

[ملخصاً من الزلال الانقی من بحر سبقتہ الاقی در فتاویٰ رضویہ، ج: ۲۸، ص: ۶۷۶ تا ۶۷۷]

ثابت ہوا کہ افضلیتِ شیخین کوئی فرعی یا ظنی مسئلہ نہیں؛ بلکہ اصولی اور قطعی مسئلہ ہے، یہ بھی ثابت ہوا کہ بشمول مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ کرام حضرت شیخین کریمین کی اسبقیت و افضلیت پر متفق ہیں۔ اب اگر کوئی شخص حبِ اہل بیت کا سہارا لے



کر حضرت علی کو ان دونوں سے افضل کہتا ہے تو نہ صرف یہ کہ وہ خرقِ اجماع (اجماع کی مخالفت) کرنے کے شدید ترین جرم میں مبتلا ہے؛ بلکہ مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کے نزدیک ۸۰ کوڑوں کا حق دار ہے۔ اُسے دنیا میں نہ سہی، آخرت میں حیدرِ کرار کے انتہائی ٹھوس و مستحکم ہاتھوں سے اُسی کوڑے کھانے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

## تیسری دلیل:

افضلیتِ شیخین ائمہ اربعہ کا اجماعی عقیدہ ہے، جس عقیدے پر ائمہ کا اجماع ہو اُس کی خلاف ورزی کرنا بدعتِ قبیحہ، ضلالتِ شنیعہ اور کھلی ہوئی بد مذہبیت ہوتی ہے۔ ائمہ اربعہ (چاروں اماموں) کے عقائد کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں:

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمانِ عالی شان:

أَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ثُمَّ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ثُمَّ  
عَلِيٌّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ۔ [الفقه الاکبر، ص: ۴]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (اور ملائکہ مرسلین، اور رسل و انبیاء بشر) کے بعد تمام لوگوں میں سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق، پھر حضرت عمر ابن خطاب، پھر حضرت عثمان ابن عفان، پھر حضرت علی ابن ابوطالب سب سے افضل ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

نیز آپ رضی اللہ عنہ نے شیخینِ کریمین کو افضل جاننے اور دونوں دامادوں سے سچی محبت کرنے، کو اہل سنت و جماعت کی علامت قرار دیا ہے۔ [غنیۃ الممتلی فی شرح منیۃ المصلی، ج ۱، ص: ۱۰۴]

لہذا سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک یہ دونوں اہل سنت و جماعت سے خارج ہیں۔

(۱) جو دونوں دامادوں سے سچی محبت نہ کرے۔

(۲) جو شیخین کریمین کو سب سے افضل نہ سمجھے۔

امام الحدیث حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ:

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا کہ

أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ بَعْدَ نَبِيِّهِمْ؟

ترجمہ: انبیاء کرام صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعد لوگوں میں سب سے

افضل کون ہے؟

آپ نے جواب ارشاد فرمایا:

أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ، ثُمَّ قَالَ: أَوْ فِي ذَلِكَ شَكٌّ.

[الصواعق المحرقة، ص: ۵۷]

ترجمہ: انبیاء کرام کے بعد سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق ہیں، اُن کے

بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما ہیں۔ اس کے بعد آپ نے سائل سے کہا: کیا اس میں

بھی کوئی شک ہے۔ یعنی یہ مسئلہ ایسا یقینی ہے کہ اس میں شک کی بھی گنجائش نہیں۔

ماشق اہل بیت حضرت سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عقیدہ:

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا اخْتَلَفَ أَحَدٌ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ فِي تَفْضِيلِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ

وَتَقْدِيمِهِمَا عَلَى بَاقِي الصَّحَابَةِ وَإِنَّمَا اخْتَلَفَ مِنْهُمْ فِي عِلِّيِّ

وَعُمَمَانِ. [الاعتقاد والهداية الى سبيل الرشاد، ص: ۳۶۹، دارالآفاق الجديدة،

[بیروت]

ترجمہ: صحابہ کرام اور تابعین عظام میں سے کسی ایک شخص نے بھی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے افضل ہونے اور ان کے تمام صحابہ پر مقدم ہونے میں اختلاف نہیں کیا، ہاں اختلاف کرنے والوں نے حضرت عثمان اور علی کے مابین اختلاف کیا ہے۔

امام اہل سنت حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ:

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ خلفائے راشدین میں کون سب سے افضل ہے؟ آپ نے پر جلال لب و لہجہ میں یہ جواب ارشاد فرمایا:

مَنْ قَدَّمَ عَلِيًّا عَلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَدْ طَعَنَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ وَمَنْ قَدَّمَ  
عَلَى عُمَرَ فَقَدْ طَعَنَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَمَنْ قَدَّمَ عَلَى عُثْمَانَ  
فَقَدْ طَعَنَ عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعَلَى أَهْلِ الشُّوْزَى وَعَلَى الْمُهَاجِرِينَ وَ  
الْأَنْصَارِ۔ [کتاب السنۃ للامام ابی بکر احمد بن محمد بن ہارون بن یزید

الخلال، ص: ۵۱۴]

ترجمہ: جس نے علی کو ابو بکر سے افضل کہا اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر طعن کیا اور جس نے انھیں عمر سے افضل کہا اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور ابو بکر پر طعن کیا اور جس نے انھیں عثمان سے افضل کہا اس نے ابو بکر، عمر اور جملہ مہاجرین و انصار پر طعن کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

ثابت ہوا کہ ائمہ اربعہ کا عقیدہ وہی تھا جو آج ہم اہل سنت و جماعت کا ہے، یعنی یہ کہ شیخین کریمین تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں۔ اور ائمہ اربعہ کے اجماع سے ثابت ہو نے والا عقیدہ ہلکا اور معمولی نہیں ہوتا؛ بلکہ ضروریات اہل سنت میں سے ہوتا ہے؛ لہذا اس کا منکر (انکار کرنے والا) ضال و مضل ہوگا، ہرگز سستی نہیں ہوگا۔

صرف ائمہ اربعہ ہی نہیں؛ بلکہ جملہ ائمہ مجتہدین، کل محدثین عظام، تمام مفسرین کرام، سبھی فقہائے فہام اور مشائخ طریقت نے اس مسئلے پر گرما گرم بحثیں کی ہیں اور افضلیت شیخین کا عقیدہ ظاہر کیا ہے۔ فقہ، حدیث، تفسیر اور تصوف پر لکھی گئی ہزاروں کتابیں موجود ہیں، جسے یقین نہ آئے، خود تحقیق کر لے۔ اسی طرح دوسری صدی ہجری سے لے کر موجودہ صدی تک ہر زمانے کے مجدد نے اسی عقیدے کا اعلان و اظہار کیا اور زندگی بھر اسی عقیدے کی ترویج و اشاعت کا فریضہ سرانجام دیا۔

اگر تفصیل شیخین کا مسئلہ معمولی، ظنی اور فرعی ہوتا تو یہ نفوس قدسیہ اس میں اس قدر سختی نہ کرتے؛ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ کسی نے اسے ”قطعی“ لکھا، کسی نے ”متواتر“ کہا، کسی نے اس کے ”منکر“ (انکاری) کو اہل سنت سے خارج بتایا، کسی نے اُس پر ”رافضیت“ کا حکم لگایا؛ کسی نے اُسے ”جہنم کا سرٹیفکٹ“ دیا، کسی نے ”خبیث و مردود“ کہا تو کسی نے ”منافق و بد بخت“ جیسے الفاظ سے یاد کیا، کسی نے اُسے ”یزیدی، بدعتی اور بے دین“ لکھا، تو کسی نے کہا کہ وہ ”بے ایمان و معتزلی“ ہے، اُس کے پیچھے نماز درست نہیں۔

[ملخصاً از افضلیت شیخین اور تفضیلی فتنہ ص: ۱۱۔ از جبر سائیں علامہ غلام رسول قاسمی قادری نقشبندی]  
مذکورہ فتاویٰ عقیدہ افضلیت شیخین کی قطعیت و اہمیت پر دلالت کر رہے ہیں۔ اس مسئلے میں اگر کسی ایک صحابی کو بھی اختلاف ہوتا تو یہ حضرات منکر پر اس قدر سخت حکم نہ لگاتے۔ لہذا اس عقیدے کا انکار کرنے کے بعد کوئی بھی شخص سنی نہیں ہو سکتا، خواہ وہ خود کو ”مولائی“ بتائے یا عاشقِ اہل بیت، یا کچھ اور۔

یہ عدم سنیت (سنی نہ ہونے) کا حکم اُس کے لیے ہے جس کے مابقی عقائد درست اور قرآن و حدیث کے عین مطابق ہوں؛ لیکن اگر ایسا شخص کوئی کفریہ عقیدہ رکھتا ہو، مثلاً شیخین کریمین کی خلافت کا منکر ہو تو سنیت کیا، اُس کا اسلام ہی سے کوئی

علاقہ (تعلق) نہیں۔

## کُتُبِ شیعہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مناقب کا ثبوت:

امیر المومنین، مولیٰ المسلمین، حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ و جانشین، دامادِ نام دار اور جمہورِ اہل سنت کے نزدیک حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد سب سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ گو کہ بعض اہل سنت نے حضرت شیر خدا مولانا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو حضرت عثمان غنی سے افضل مانا ہے؛ مگر اکثر علمائے اہل سنت حضرت عثمان غنی کی افضلیت کے قائل ہیں۔

بے شمار فضائل و مناقب اور اوصاف و کمالات کے علاوہ رب تبارک و تعالیٰ نے انھیں ایک ایسی خوبی سے نوازا ہے جو نہ کبھی کسی کے حصے میں آئی اور نہ قیامت تک آسکتی ہے۔ وہ بے مثال خوبی یہ ہے کہ پیغمبرِ اعظم حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یکے بعد دیگرے دوشہزادیاں، حضرت سیدتنا رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اُن کے وصال کے بعد حضرت سیدتنا اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُن کے نکاح میں آئیں۔ اسی لیے انھیں دنیا سے اہل سنت میں ”ذَوِائِثُ رَیْنِ“ (دونوروالے) کے عظیم الشان لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

مجددِ اعظم امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے کیا ہی خوب کہا ہے ۔

نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا

ہو مبارک تم کو ذو النورین جوڑا نور کا

وَحَمْدُ اللَّهِ تَعَالَى اہل سنت و جماعت جس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے چھوٹے داماد، زوجِ بتول، فاتحِ خیبر، شیر خدا حضرت مولانا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی اُلفت و محبت کو اپنا سب سے قیمتی اثاثہ تسلیم کرتے ہیں، اسی طرح سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منجھلے داماد، زوجِ نورین، جامعِ قرآن، امامِ متصدّقین، حضرت سیدنا عثمان

بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و شان پر اپنی عزت و آبرو اور جان و مال کو قربان کرنا باعثِ صداقت و سچکتے ہیں۔ اسی لیے ہمارے یہاں ”مُحِبُّ الْمُحْتَلِّکِیْن یعنی دونوں دامادوں سے محبت کرنا“ اہل سنت کا شعار اور سنیت کی علامت ہے۔

مگر ستیاناس ہو! بغض و حسد کا جو انسان کو اندھا، گونگا اور بہرا ہی نہیں؛ بلکہ پاگل اور دیوانہ بنا کر اُس کی عقل و شعور کا جنازہ نکال دیتا ہے۔ عداوت و دشمنی کے بھی کچھ آداب ہوتے ہیں۔ نفرت کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ثابت شدہ حقائق اور مسلمات سے چشم پوشی کر لی جائے۔ یوں ہی کسی سے الفت و محبت کا یہ معنی بالکل نہیں کہ دوسروں کے فضائل مقررہ اور مناقب جلیلہ کا انکار کر دیا جائے۔

### کیا صرف خاتونِ جنت حضور کی شہزادی ہیں؟:

چوں کہ اہلِ رفض، شیخینِ کریمین (حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ساتھ، حضرت ذو النورین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی بغض رکھتے ہیں، اُن پر تبرا کرتے اور اُن کے فضائل و مناقب کا صاف طور پر انکار کرتے ہیں؛ بلکہ ان کی عداوت و دشمنی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اب یہ لوگ انھیں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا داماد بھی نہیں مانتے اور ان کے ذاکرین گلے پھاڑ پھاڑ کر یہ بکواس کرتے ہیں کہ

”حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی بیٹی صرف حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ

عنہا ہیں۔ حضرت زینب، حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں نہیں؛ بلکہ یہ، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے اُن کے پہلے شوہروں کی بیٹیاں ہیں“ لہذا دامادِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہونے کا شرف صرف حضرت مولانا علی کو حاصل ہے۔ حضرت عثمان غنی آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے داماد

مجازی ہیں، دامادِ حقیقی نہیں۔

یہ بہت بڑا دھوکہ ہے جو دنیا کے تمام مسلمانوں کو دیا جا رہا ہے۔ اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خود شیعہ مذہب کی معتبر کتابوں سے یہ ثابت کر دیا جائے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی چار صاحب زادیاں ہیں، جو ام المؤمنین حضرت سیدتنا خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکمِ اقدس سے پیدا ہوئیں۔ **فأقول وبالله التوفیق۔**

شیعہ مذہب کی انتہائی معتبر و مستند کتابوں میں کئی ایسی عبارتیں درج ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ فقط حضرت خاتونِ جنت سلام اللہ علیہا ہی جگر گوشہ مصطفیٰ نہیں؛ بلکہ حضرت سیدتنا زینب، حضرت سیدتنا رقیہ اور حضرت سیدتنا ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین بھی حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس شہزادیاں ہیں۔ لہذا یہ دعویٰ کہ

”صرف حضرت سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی شہزادی ہیں؛ لہذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی داماد صرف حضرت علی ہوئے۔“

ایسا بے بنیاد ہے جسے تاریخ و سیرت پر نظر رکھے والا کوئی بھی ذی شعور انسان قبول نہیں کر سکتا۔ بلکہ یہ ایسا چمکتا جھوٹ ہے جو شیطانِ لعین کو بھی نہیں سوچھا ہوگا۔ مقامِ تعجب ہے کہ جس کذب و فریب کی طرف ابلیسِ لعین کا شیطانی دماغ بھی مبذول نہ ہو سکا، اُس کے چیلے اُسے پھیلانے کی کوشش میں سرگرداں ہیں۔ اسی لیے کہنے والے کہہ گئے کہ کبھی کبھی بیٹا اپنے نمبری باپ سے بھی دس قدم آگے نکل جاتا ہے۔ یعنی اگر باپ نمبری ہے تو بیٹا دس نمبری بن جاتا ہے۔ کچھ ایسا ہی حال ان نادان رافضیوں کا بھی ہے۔ اب ذیل میں اہل تشیع کے مجتہدین و ائمہ کی معروف کتابوں کے چند معتبر حوالے پیش کیے جا رہے ہیں؛ تاکہ حق کے چہرے سے باطل کا غبار صاف ہو۔ قارئینِ کرام پڑھیں اور فیصلہ کریں کہ کون حق بجانب ہے۔

## اصول کافی کی شہادت:

چوتھی صدی ہجری کے معروف شیعہ عالم دین ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحق کلینی متوفی ۳۲۹ھ ”اصول کافی“ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس بیٹیوں کی تعداد کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وَتَزَوَّجَ الْغَدِيدَةَ وَهُوَ ابْنُ بَطْحٍ وَعِشْرِينَ سَنَةً قَوْلًا لَهُ مِنْهَا قَبْلَ مَمْعَيْهِ الْقَاسِمُ وَرُقِيَّةُ وَزَيْنَبُ وَأُمُّ كُلْثُومٍ وَوَلَدَ لَهُ بَعْدَ الْمَمْعَيْهِ الطَّيِّبُ وَالطَّاهِرُ وَفَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ۔ [اصول کافی، کتاب الحجہ، باب مولد النبی ﷺ ص: ۴۳۹، مطبوعہ بازار سلطانی، تہران، ایران]

ترجمہ: جس وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ عقدِ نکاح فرمایا، اُس وقت آپ کی عمر پانچ بیس سال سے زائد تھی۔ پس بعثت سے قبل، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد میں حضرت قاسم، حضرت رقیہ، حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم، اور بعثت کے بعد، حضرت طیب، حضرت طاہر اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین پیدا ہوئیں۔

اس عبارت نے فیصلہ کر دیا کہ بعثت سے قبل حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ایک شہزادے حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تین شہزادیاں حضرت زینب، حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم علیہن السلام وعلیہن الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئیں اور بعثت کے بعد ایک شہزادی حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دو شہزادے حضرت طاہر اور حضرت طیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما پیدا ہوئے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی چار بیٹیوں کے سلسلے میں ”اصول کافی“ کی یہ



عبارتِ مذکورہ اتنی واضح اور صاف ہے کہ اس میں کسی قسم کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔ یہ روایت اہل تشیع کے یہاں اس قدر مقبول و محبوب ہے کہ آج تک کوئی بھی بدبودار و رافضی اسے رد نہیں کر سکا۔ تمام شیعہ شارحین و ناشرین نے اسے برقرار رکھا ہے۔ آج کے آسیب زدہ ذاکرین کا اس کے خلاف بکواس کرنا اپنے مسلک کے خلاف کھلی بغاوت ہے۔

## کتاب الخصال کی گواہی:

اہل تشیع کے یہاں ”شیخ صدوق ابن بابویہ القمی“ ایک انتہائی معتبر نام ہے۔ انھوں نے بھی صراحت کی ہے کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں چار ہیں۔ چنانچہ یہ اپنی مایہ ناز کتاب ”کتاب الخصال“ میں اس مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

إِنَّ خُدَيْجَةَ رَحِمَهَا اللَّهُ وَ لَدَتْ مِیْنِی طَاهِرًا وَهُوَ عَبْدُ اللَّهِ وَ هُوَ  
الْمُطَهَّرُ وَ لَدَتْ مِیْنِی الْقَاسِمَ وَ فَاطِمَةَ وَ رُقِیَّةَ وَ أُمَّ كُلْثُومَ وَ زَيْنَبَ۔

[کتاب الخصال، للشیخ الصدوق، ص: ۳۷۵]

ترجمہ: حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ خدیجہ پر رحم فرمائے۔ اُس کے بطن سے میرے بیٹے طاہر پیدا ہوئے۔ یہی عبد اللہ ہیں اور انھی کو مطہر کہا جاتا ہے۔ اور خدیجہ ہی سے میرے دوسرے بیٹے قاسم پیدا ہوئے اور انھی سے میری چار بیٹیاں ”فاطمہ، رقیہ، ام کلثوم و زینب“ پیدا ہوئیں۔

## حیات القلوب کا اعترافِ حقیقت:

اہل تشیع کے شیخ اکل ابو العباس عبد اللہ بن جعفری الحمیری اپنی مایہ ناز کتاب ”قرب الاسناد“ میں، اور ان کے محقق اعظم ملا باقر مجلسی صاحب ”حیات القلوب“ میں،

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بنات اطہار کے بارے میں اپنا عقیدہ یوں لکھتے ہیں:

وَلِدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ مِنْ خُدَیْجَةَ الْقَاسِمِ وَالطَّاهِرِ وَأُمِّ كُلْثُومٍ وَرُقَیْئَةَ  
وَفَاطِمَةَ وَزَیْنَبَ وَتَزَوَّجَ عَلِیُّ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَاطِمَةَ عَلَیْهَا السَّلَامُ وَ  
تَزَوَّجَ عَاصُ بْنُ الرَّبِیْعِ وَهُوَ مِنْ بَنِیْ أُمِّیَّةَ زَیْنَبَ وَتَزَوَّجَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ  
أُمِّ كُلْثُومٍ وَلَمْ یَدْخُلْ بِهَا حَتَّى هَلَکَتْ وَتَزَوَّجَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَكَانَهَا  
رُقَیْئَةَ۔ [قرب الاسناد، للشیخ لابی العباس- حیاة القلوب، ج: ۲، ص: ۱۸، لملا باقر  
المجلسی الرافضی]

ترجمہ: اُم المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن پاک سے  
حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے درج ذیل شہزادے اور شہزادیاں پیدا ہوئیں۔  
(۱) حضرت قاسم (۲) حضرت طاہر (۳) حضرت ام کلثوم (۴) حضرت رقیہ  
(۵) حضرت فاطمہ (۶) حضرت زینب۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وعنہن اجمعین۔ حضرت علی  
علیہ السلام نے حضرت فاطمہ عیہا السلام سے شادی کی، بنو امیہ کے حضرت ابو العاص بن  
ربیع نے حضرت زینب سے شادی کی اور حضرت عثمان بن عفان نے حضرت ام کلثوم کے  
ساتھ نکاح کیا، رخصتی سے پہلے ان کا انتقال ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان  
کا نکاح اپنی دوسری بیٹی حضرت رقیہ سے کر دیا تھا۔

### حضرت عثمان حضور کے حقیقی داماد:

شیخ ابو العباس رافضی اور ملا باقر مجلسی شیعہ نے صرف یہی واضح نہیں کیا کہ حضور  
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں چار ہیں؛ بلکہ انھوں نے اُن مقدس شہزادیوں کے  
شوہروں کے اسمائے گرامی بھی رقم کر دیے؛ تاکہ کسی کو نہ ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی  
شہزادیوں کی تعداد کے بارے میں کوئی شک رہے اور نہ ہی اُن کے شوہروں کے بارے

میں کوئی شبہ؛ مگر تعجب ہے کہ رافضی حضرات ابھی بھی اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں اور اپنے ذاکروں کی باتیں مان کر اپنی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں مزید اضافہ کر رہے ہیں۔

اب دنیا بھر کے شیعوں کو، بالخصوص پاکستان کے بدبودار ذاکروں کو سچے دل سے توبہ کر کے عظمتِ عثمان غنی کا اعتراف اور اُن کے دامادِ مصطفیٰ ہونے کا اقرار کر لینا چاہیے۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو عوامِ اہل تشیع کو چاہیے کہ اس سلسلے میں وہ اپنے اکابر کی مانیں اور حضرت عثمان غنی کے دامادِ رسول ہونے کے حوالے سے اپنے اُن پڑھ ذاکروں کی ہرگز نہ سنیں؛ بلکہ اُن کی جانب سے کی جانے والی بکواسات کو اپنے جوتے کی نوک سے اڑا دیں۔

مذکورہ گفتگو میں شیعہ مذہب کی انتہائی معتبر کتابوں سے تین حوالے پیش کیے گئے، جن سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شہزادیوں کی حقیقی تعداد چار ہے اور حضرت ذوالنورین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی داماد ہیں؛ مگر آج کے مرثیہ خواں، تبر باز اور ماتم کی مجلسیں گرم کرنے والے بد دماغ ذاکرین نہ جانے کیوں اپنے اکابر علما سے ناراض ہیں، کہ اُن کی تصریح (واضح اعلان) کے باوجود، صرف حضرت سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شہزادی اور صرف حضرت مولانا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا داماد مانتے ہیں؟

## سورۃ احزاب کی آیت کریمہ سے استدلال:

شیعہ کتب سے اور بھی حوالے پیش کیے جاسکتے ہیں؛ مگر ضرورت محسوس نہیں ہوتی، کیوں کہ حق پرست حق جوئے کے لیے ایک حوالہ ہی کافی ہوتا ہے، جب کہ باطل پرست اور معاندوہٹ دھرم کے لیے دفتر کے دفتر بھی بے سود ثابت ہوتے ہیں۔

البتہ عوامِ اہل تشیع کی تسلی کے لیے قرآن مقدس کی اُس آیت کریمہ کو پیش کر دینا

مناسب معلوم ہو رہا ہے، جو صریح طور پر ثابت کرتی ہے کہ آقاؐ سے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شہزادیاں ایک سے زائد ہیں۔

اللہ عزوجل نے سورہ احزاب میں ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَ بَنَاتِكَ وَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْرِكُنَّ  
عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِئِبِهِمْ ۚ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذِنَنَّ ۚ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا  
رَّحِيْمًا ۝ [سورہ احزاب، آیت نمبر: ۵۹]

ترجمہ: اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہیے کہ وہ (گھر سے نکلتے وقت) اپنی چادروں کا کچھ حصہ (اپنے منہ پر) لٹکا لیا کریں۔ یہ اس کے بہت قریب ہے کہ ان کو پہچان لیا جائے (کہ یہ شریف عورتیں ہیں) تو ان کو ایذا (تکلیف) نہ دی جائے اور اللہ بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ [ترجمہ تیان القرآن]

اس آیت کریمہ میں مذکور لفظ ”بنات“ بنت کی جمع ہے، جس کا معنی ہے ”بیٹیاں“۔ اس سے اُمت کی بیٹیاں مراد نہیں لی جاسکتیں؛ کیوں کہ آگے ”وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ“ آیا ہے، لہذا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہاں مسلم خواتین کو مجازاً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں قرار دیا گیا ہے؛ اس لیے ماننا پڑے گا کہ ”بنات“ سے آقاؐ سے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کی بیٹیاں مراد ہیں نہ کہ کسی اور کی۔

اور یہ دعویٰ بھی ناقابل قبول ہے کہ آیت کریمہ میں واحد پر جمع کا اطلاق کیا گیا ہے؛ کیوں کہ یہ اصل کے خلاف ہے۔ اصل یہ ہے جماعت پر صیغہ جمع کا اور مفرد پر صیغہ واحد کا اطلاق کیا جائے۔ جب بغیر کسی تعذر (دشواری) کے ”بنات“ کو اصل پر محمول کیا جاسکتا ہے تو بلا وجہ خلاف اصل مراد لینے کی کیا حاجت؟ پھر ”بنات“ سے قبل ”ازواج“ اور اس کے بعد ”نساء“ دونوں ہی جگہ بالاتفاق ”جمع“ مراد لیا گیا ہے، کسی بھی

جگہ واحد مراد نہیں لیا جاسکتا؛ کیوں کہ پردے کا حکم کسی ایک خاتون یا کسی ایک زوجہ کے لیے نازل نہیں ہوا تھا؛ بلکہ اس کا نزول تمام مومنات اور کل ازواجِ مطہرات کے لیے ہوا تھا؛ لہذا اس مقام پر ”بنات“ کی دلالت واحد پر نہیں ہو سکتی کہ یہ کہہ دیا جائے کہ یہاں اس سے صرف حضرت خاتونِ جنت سلام اللہ علیہا مراد ہیں؛ بلکہ پورے وثوق و اذعان سے کہا جائے گا کہ یہاں ”بنات“ سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی چاروں مقدس بیٹیاں مراد ہیں۔

اگر صرف حضرت سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی شہزادی ہوتیں تو قرآن مقدس یوں اعلان کرتا:

”قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ“

اے محبوب! آپ اپنی بیویوں، اپنی بیٹی اور مومنوں کی بیویوں سے کہہ دیجیے۔

جب کہ قرآن مجید نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں پر جمع کا اطلاق فرمایا ہے۔ جمع کا اطلاق کم از کم تین افراد پر ہوتا ہے۔ تین بیٹیوں کا فریقین میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہے اور خلافِ اصل ہونے کے سبب ایک پر بھی اطلاق درست نہیں ہے، تو ثابت ہوا کہ ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس بیٹیوں کی تعداد چار تھی؛ کیوں کہ یہ تعداد روایاتِ صحیحہ معتبرہ (صحیح و معتبر روایتوں سے) سے ثابت ہے۔

ان تبراباز، مرثیہ خواں ذکرین سے سوال ہے کہ جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم زندگی بھر حضرت زینب، حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین کو ”بیٹی“ کے خطاب سے مخاطب کرتے رہے اور قرآن کریم نے بھی انھیں ”بہنِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹیاں“ کہا تو تمہیں کیا ہوا کہ تم شیطانِ لعین کی پیروی میں انھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں نہیں مانتے؟ جنھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی کہا

انھیں ”بناتِ رسول“ (رسول اللہ کی بیٹیاں) کہنے میں کیوں تمھارے کچھ پھٹے جا رہے ہیں۔ جنھیں ہمارے رب نے ”بناتِ نبی“ (نبی کی بیٹیاں) کہا، انھیں ”نبی کی بیٹیاں“ تسلیم کرنے کے لیے کیوں تمھارے دل تیار نہیں ہیں؟ تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتے، یا تم قرآن کریم کو کلامِ الہی نہیں مانتے؟

## اہل تشیع کی دو دلیلیں:

صرف حضرت خاتونِ جنت کے ”ہنتِ رسول“ ہونے پر، اہل تشیع کے اُن پڑھ ذاکرین صبحِ قیامت تک کوئی قابلِ اعتناء دلیل نہیں پیش کر سکیں گے؛ البتہ اُن کے کچھ نادان و احمق یہ پھسپھسی اور بودی دلیلیں پیش کرتے ہیں:

**پہلی دلیل:** احادیث و سیر کی کتابوں میں جو فضائل و مناقب حضرت سیدتنا خاتونِ جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے ثابت ہیں، وہ حضرت زینب، حضرت رقیہ اور حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین کے لیے ثابت نہیں ہیں۔

**دوسری دلیل:** یہ ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ آقاے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جتنی محبت حضرت خاتونِ جنت سلام اللہ علیہا سے فرمایا کرتے تھے، روایاتِ صحیحہ سے اُن تینوں کے لیے محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ جذبات ثابت نہیں ہیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے یہ بہت بعید ہے کہ آپ اپنی بیٹیوں کے مابین نا انصافی کریں۔ وہ تو انسانیت کو عدل و مساوات کا درس دینے تشریف لائے تھے۔ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ خود آپ ہی کے دستِ انور سے دامنِ عدل و انصاف چھوٹ گیا ہو؟ یہ بات بھی درست ہو سکے گی جب کہ یہ تسلیم کیا جائے کہ صرف حضرت خاتونِ جنت سلام اللہ علیہا کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی بیٹی ہونے کا شرف و کمال حاصل ہے۔ اور جہاں تک باقی

تینوں بیٹیوں کا تعلق ہے تو وہ آقا سے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سوتیلی بیٹیاں تھیں نہ کہ حقیقی۔ معاذ اللہ۔

## ان دونوں دلیلوں کا جواب:

یہ محض ایک شیطانی وسوسہ ہے جس کا حقیقت و واقعیت سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ نادان اہل تشیع کا یہ دعویٰ کہ حضرت زینب، حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجماعین کے معتد بہ فضائل و مناقب ثابت نہیں کسی بھی زاویے سے ہمیں تسلیم نہیں۔

اولاً اس لیے کہ یہ ایک پروپیگنڈہ ہے جو اہل تشیع کی جانب سے، آج سے نہیں؛ بلکہ صدیوں سے کیا جا رہا ہے، جس سے متاثر ہو کر خود کو سنی کہلانے والے بعض نام نہاد اہل تصوف بھی اسے مبنی بر حقیقت سمجھنے لگے ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے کذابوں نے جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لیے یہ فارمولہ گھڑا ہے کہ:

”جھوٹ اتنا بولو کہ لوگ اُسے سچ سمجھ بیٹھیں“

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بغض و حسد نے اہل رفض کو یہی فارمولا اختیار کرنے پر براہِ گنجتہ کیا ہے۔

حالاں کہ یہ ایسا سفید جھوٹ ہے جس کی سفید چمک آفتاب نصف النہار کو بھی منہ چڑھا رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جن آیات و احادیث سے اہل بیت اطہار کے فضائل و مناقب ثابت ہیں، یہ تینوں نفوسِ قدسیہ بھی اُن کا مصداق ہیں۔ اُن کے علاوہ بھی آقا سے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ان تینوں شہزادیوں کے فضائل و مناقب متعدد بار بیان فرمائے ہیں۔ کتبِ اہل سنت اُن کے بیان سے مالا مال ہیں، جسے یقین نہ آئے، وہ اہل سنت کی معتبر و مستند کتابیں اٹھا کر دیکھ لے۔

ثانیاً اس لیے کہ یہ تبراباز جاہل ذاکروں کی ناک ٹوئیاں ہیں، بس۔ اس طرح کے قیاساتِ فاسدہ سے حقیقت روپوش نہیں ہو سکتی۔ اس طرح کی گندی سوچ رکھنے والے دنیا کے تمام اہل تشیع کو میرا چیلنج ہے کہ وہ ایک بھی ایسی معتبر روایت پیش کر دیں جس میں آقاؑ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان تینوں کو اپنی سوتیلی بیٹی قرار دیا ہو۔

یہ بد دماغ صبح قیامت تک ایسی کوئی بھی روایت پیش نہیں کر سکتے؛ کیوں کہ کتبِ حدیث و سیر و تاریخ میں ایسی کسی روایت کا کوئی وجود نہیں ہے۔ ہاں یہ تسلیم ہے کہ حضرت خاتونِ جنت جیسے فضائل و مناقب اُن تینوں شہزادیوں کے لیے ثابت نہیں ہے؛ مگر اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ

”وہ تینوں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں نہیں“

کیوں کر درست ہو سکتا ہے؟ کیا یہ ضروری ہے کہ ایک شخص کی تمام بیٹیاں فضائل و مناقب اور اوصافِ کمالات میں مساوی ہوں؟ کیا مولا علی شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی جملہ اولادِ امجاد اور کُل بناتِ اطہار میں فرقِ مراتب نہیں ہے؟ ہے اور ضرور ہے۔ کوئی گدھا ہی اس کا انکار کر سکتا ہے۔ تو جس طرح یہاں فرقِ مراتب کے باوجود سب، حضرت مولا علی کے حقیقی بیٹے اور بیٹیاں ہیں، یوں ہی وہاں فرقِ مراتب کے باوجود چاروں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی شہزادیاں ہیں۔

چوں کہ آقاؑ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ محبتِ حضرت خاتونِ جنت سلام اللہ تعالیٰ علیہا سے فرماتے تھے، اسی لیے آپ نے اُن کے ایسے جزئی فضائل بیان کیے جو انھی کا حصہ ہیں؛ مگر اس محبت کی وجہ یہ تھی کہ صرف آپ ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبِ زادی ہیں؛ بلکہ اس کی وجہ یہ تھی حضرت فاطمہ زہراؑ ہنوں میں سب سے چھوٹی اور بفضلہ تعالیٰ ایسی خوبیوں سے متصف تھیں، جو اُن کے سوا کسی کے حصے میں نہ



آئیں؛ بلکہ بہت سے اوصاف کمالات میں وہ اپنے والد بزرگوار حضور تاج دار عرب و عجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عکس جمیل تھیں۔ اور یہ ایک فطری امر ہے کہ باپ اپنی اُس اولاد سے، سب سے زیادہ اُنسیت و محبت رکھتا ہے جو چھوٹی ہونے کے ساتھ ساتھ متعدد خوبیوں کی جامع بھی ہو۔ یہ چیز انسان کی قدرت سے باہر ہے۔ اس لیے اسے، نہ تو عدل و انصاف کے خلاف کہا جاسکتا ہے اور نہ ہی ظلم و زیادتی پر محمول کیا جاسکتا ہے۔

حضرت خاتونِ جنت سلام اللہ علیہا کے، اپنے والدِ گرامی کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی نگاہِ نبوت سے ملاحظہ فرما رہے تھے کہ میرا سلسلہ نسب اسی شہزادی سے جاری ہوگا، اسی کے ذریعے مسلمانانِ عالم نسلِ نبی اور ساداتِ کرام کے فیضانِ کرم سے مالا مال ہوں گے، صبحِ قیامت تک اس کی اولاد میں شہداء، اغوا، اوتاد، اقطاب اور ابدال ہوتے رہیں گے اور اس کے صدقے میں اہلِ عالم پر فیضِ نبوی ابر بارندہ کی طرح برستار رہے گا، حتیٰ کہ آخری زمانے میں امام مہدی بھی اسی کی نسلِ پاک سے ہوں گے، جو کہ دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ مذکورہ وجوہ کے سبب آقاے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت خاتونِ جنت سیدہ کائنات فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سب سے زیادہ محبت فرماتے تھے، اس لیے نہیں کہ صرف آپ ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی بیٹی ہیں اور حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین سوتیلی بیٹیاں ہیں۔

بہر حال یہ ثابت ہو گیا کہ خلیفہ سوم حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ”ذوالنورین“ ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دوشہزادیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں۔ یہ شرف آپ کے علاوہ نہ کسی کو حاصل ہوا نہ قیامت تک ہو سکتا ہے۔

## حضرت علی کے ستائشی کلمات:

آج بھی ”نہج البلاغہ“ کے اندر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق، حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ستائشی کلمات موجود ہیں، جب بلوایوں میں سے کچھ لوگوں نے حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ سے حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایتیں کیں اور یہ چاہا کہ آپ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بات کریں اور انھیں، لوگوں کو راضی کرنے کی ترغیب دیں، تو حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لا کر درج ذیل گفتگو فرمائی:

إِنَّ النَّاسَ وَرَائِي وَ قَدْ اسْتَسْفَرُونِي بَيْنَكَ وَ بَيْنَهُمْ وَ وَاللَّهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لَكَ وَ مَا أَعْرِفُ شَيْئًا تَجْهَلُهُ وَ لَا أَذْكَكَ عَلَى أَمْرٍ لَا تَعْرِفُهُ. إِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نَعْلَمُ. مَا سَبَقْنَاكَ إِلَى شَيْءٍ فَتُخْبِرَكَ عَنْهُ وَ لَا خَلَوْنَا بِشَيْءٍ فَتُبَلِّغَكَ وَ قَدْ رَأَيْتَ كَمَا رَأَيْنَا وَ سَمِعْتَ كَمَا سَمِعْنَا وَ صَحِبْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ كَمَا صَحِبْنَا وَ مَا إِبْنُ أَبِي قُحَافَةَ وَ لَا إِبْنُ الْحَطَّابِ أَوْلَى بِعَمَلِ الْحَقِّ مِنْكَ وَ أَنْتَ أَقْرَبُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَ وَشِيعَتِهِ رَحِمَ مِنْهُمْ. قَدْ بَلَغْتَ مِنْ صَهْرِهِ مَا لَمْ يَنَالَا ..... [نہج البلاغہ، ص: ۵۶۶، رقم

الخطبة: ۱۶۲۔ شرح نہج البلاغہ لابن حنبل، ج: ۹، ص: ۱۷۱، رقم الخطبة: ۱۶۵]

ترجمہ: بے شک (کچھ) لوگ میرے پیچھے (انتظار کر رہے) ہیں، انھوں نے مجھے اپنے اور آپ کے درمیان سفیر بنایا ہے، (لیکن) بخدا میں نہیں جانتا کہ آپ سے کیا کہوں؟ میں کسی ایسی بات کو نہیں جانتا جس سے آپ نا آشنا ہوں اور نہ ہی کسی ایسے امر کی جانب آپ کی رہ نمائی کر سکتا ہوں جسے آپ نہ جانتے ہوں۔ بلاشبہ جو ہم جانتے ہیں وہ آپ کو

(بھی) معلوم ہے۔ ہم نے کسی شے کی جانب سبقت نہیں کی کہ آپ کو اُس سے باخبر کروں اور نہ ہی ہم نے کوئی بات تنہائی میں سنی کہ آپ تک پہنچاؤں۔ آپ نے بھی اسی طرح دیکھا ہے جس طرح ہم نے دیکھا ہے، آپ نے اسی طرح سنا ہے جس طرح ہم نے سنا ہے اور آپ کو بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا فیض حاصل ہوا ہے جس طرح ہمیں اُن کی صحبت میں رہنے کا شرف ملا ہے۔ ابو قحافہ (ابو بکر صدیق) اور (عمر) ابن خطاب (رضی اللہ عنہما بھی) حق پر عمل کرنے میں آپ سے زیادہ نہیں تھے۔ اُن کی بنسبت آپ کو اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ قرب حاصل ہے اور آپ کو (تو) حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دامادی کا وہ شرف بھی حاصل ہے جو انھیں حاصل نہیں تھا۔

حضرت مولانا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے یہ ستائشی کلمات آج بھی اُس نہج البلاغہ میں موجود ہیں جو اہل تشیع کے یہاں قرآن مجید کے بعد سب سے اونچا درجہ رکھتی ہے۔ اس عبارت میں حضرت مولانا علی مشکل کشا نے انتہائی صاف اور واضح الفاظ میں، حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا داماد اور صحابی کہا ہے، اُن کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا تربیت یافتہ اور فیض رسیدہ فرمایا ہے اور شرفِ دامادی کی اُس جزئی فضیلت کا اعتراف کیا ہے جو حضراتِ شیخینِ کریمین کو حاصل نہ تھی۔

کیا بد بخت، تبرِ باز، مرثیہ خواں ذاکرین اب بھی حضرت ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبتِ مصطفویٰ، دامادِ نبوی اور ان کی فضیلتِ واقعی و شانِ حقیقی کا انکار کریں گے؟  
امام اہل سنت سیدی سرکارِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سرکارِ ذوالنورین کی بارگاہ میں یوں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں:

زاہد مسجدِ احمدی پر درودِ دولتِ عیشِ عُسرت پہ لاکھوں سلام

دُرّ منشورِ قرآن کی سلکِ بہی زوِجِ دو نورِ عفت پہ لاکھوں سلام  
 یعنی عثمان صاحبِ قمیصِ ہدی حَلّہ پوشِ شہادت پہ لاکھوں سلام  
 دعا گو ہوں کہ اللہ ربُّ العزت اپنے حبیبِ حضور سیدِ عالمِ رحمتِ دو جہاں محمدِ مصطفیٰ  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہمارے ایمان و عقائد اور صالحات و حسنات کی حفاظت  
 فرمائے اور ہمیں تادمِ حیات ہر قسم کی بد مذہبیت و لادینیت سے محفوظ و مامون فرمائے۔ آمین!  
 و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و صحبہ اجمعین۔



نصاب برائے  
سبحانی سینٹر بالتجوید  
زیر اہتمام: دارالعلوم محبوب سبحانی



SHOBA-E-ISHA'AT DARUL ULOOM  
MEHBOOB-E-SUBHANI

Kurla West, Mumbai